دائرۃ المعارف

یعنی

معارف اعظم گڈہ

کی

۴۶ ویں جلد

از جولائی سنہ ۱۹۴۰ء تا دسمبر ۱۹۴۰ء

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈہ

فہرست مضمون نگارانِ معارف

جلد ۴۶

جولائی ۱۹۴۰ء تا دسمبر ۱۹۴۰ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

فہرست مضامین

جلد ۴۶

جولائی سنہ ۱۹۴۰ء تا دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

"جلد ۴۶" ماہ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۴۰ء "عدد ۱"

مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

لک میں کئی افسوسناک موتیں ہوئیں یمین السلطنۃ مہاراجہ سرکرشن پرشاد
۷۷ برس تک دکن کے سیاسی و انتظامی معاملات کی سربراہی کی، وفات
وہ دولت آصفیہ کے پیشکار و صدر اعظم مقرر ہوئے، اور تھوڑے
ساتھ برابر اپنے عہدہ پر فائز رہے، وہ راجہ ٹوڈرمل کی یادگار تھے، اصلی
ردہلی ہوا، اور یہاں سے آصفجاہ اول کے ساتھ ان کا خاندان دکن
ہمیشہ شاہانِ آصفیہ کے سیاسی و مالی مہمات میں کارپرداز بنا رہا،

پرشاد عربی، فارسی اور انگریزی تین زبانوں سے واقف تھے اور
تے تھے، علمی مذاق صاف ستھرا تھا، شعر و سخن کا چسکا رکھتے تھے،
الوجود کے عقیدہ کے نہایت سخت معتقد اور حامی تھے، اور اسی کو ہندو
تھے، سرکار رسالت صلعم کی بارگاہ میں بھی کبھی کبھی عقیدت کا
کی ایک نعت کو یہ شرف حاصل ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی
سلام کی ایک دیوار پر آویزاں ہے، مرنج و مرنجان، شریف
رفیانہ خصوصیات کی اپنی آپ مثال تھے،

حیدرآباد میں اودھ کے ایک مشہور و ممتاز مینائی خاندان کے فرد فرید نے بھی ہماری
دنیائے فانی کو الوداع کہا، منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے خلف الرشید نواب اختر
یار جنگ بہادر جنھوں نے دکن میں امیر مرحوم کی وفات کے بعد سے دکن کو شاہِ دکن کی
نوازشوں سے اپنا وطن بنا لیا تھا، اور معتمد امور مذہبی کی حیثیت سے سینکڑوں مفید
خدمات انجام دیئے اور ہر نیک کام کی امداد میں سبقت کی، اور اب چند سال سے
پنشن پاکر عزلت کی زندگی بسر کر رہے تھے، ہمیشہ کے لئے بزمِ حیات سے رخصت ہوگئے،
اللہ تعالیٰ ان کے نیک خدمات کا نیک صلہ عنایت فرمائے،

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی داروغہ حیدر بخش کی مسجد کے نیچے کتابوں کی ایک
چھوٹی سی دوکان پر بیٹھا کرتے تھے، مگر خدا جانے کیا بات ہے یہ چھوٹی سی معمولی حیثیت
کی دوکان نصف صدی تک لکھنؤ کے اہلِ علم و ادب کا مرکز بنی رہی، اور ہمیں نے بھی چالیس
برس اس چھوٹی سی دکان کو اسی طرح علم و ادب کے قدرشناسوں کا مرکز دیکھا، اس وقت
جب لکھنو کا چوک بجلی اور گیس کی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا یہی دکان تھی جس پر پرانا مٹی
کا چراغ جلا کرتا تھا، اور دنیا کو وضعداری کی روشنی دکھاتا تھا، افسوس کہ زبان و ادب
کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی بجھ گیا،

خواجہ صاحب گو خود غیر معمولی شاعر نہ تھے، مگر لکھنؤ کے بڑے بڑے شاعروں کی صحبت
اٹھائے تھے، ہجر مرحوم کے شاگرد تھے، نظم سے زیادہ نثر لکھتے تھے اور لکھنؤ کی راجدھانی اور لکھنؤ
کے جانعالم کی کہانی ان کا خاص موضوع تھا، لکھنؤ کی بول چال اور محاوروں اور روزمرہ کو
بخوبی برتتے تھے، نیک مزاج، وضعدار اور قناعت پسند تھے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے،

...انوارالحق صاحب ایم اے سابق وزیر تعلیم وحال وزیر مالیات بھوپال کی
...خبر آئی ہے، موصوف صاحب علم، اور محب دین تھے، ان کے قلمی خدمات اور
...خاص ذکر کے قابل ہیں، تاریخ ابوالبشر، اثبات واجب الوجود اور دوسری
...یم یافتہ طبقہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں، عمر بھر علمی وتعلیمی کاموں کی
...اخیر عمر میں سرکار بھوپال کے مالیات کے صیغہ کو جس خوبی سے سنبھالا
...ب نے اس کی تحسین کی، اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ رحمت سے اس علم وعمل
...ے،

...لے ہنگامہ کو ابھی چند ہی سال گذرے ہوں گے، جب مہدی مرحوم کی زبان
...اپنے دوبارہ ایمان اور توبہ وبازگشت کا اعلان کیا تھا، اور وعدہ کیا تھا
...مائین سے پرہیز کرینگے اور اللہ تعالیٰ، رسولؐ اور ائمہ کے خلاف کچھ نہیں لکھینگے،
...ت انسان کا وعدہ تو ثابت ہوتا، لیکن افسوس کہ اس حیثیت سے بھی
...اس وعدہ کے کچھ ہی دنوں کے بعد سے وہ پھر اسی قسم کی جاہلانہ تحریروں
...ہیں، اور اب انتہا یہ ہے کہ جون نمبر میں علی الاعلان قرآن پاک کے
...ی اور وحی ربانی ہونے سے انکار کیا گیا ہے، قربان جائیے مسلمان
...کہ اس تحریر کا لکھنے والا اب تک مسلمان سمجھا جاتا ہے اور شاید وہ
...نے پر مصر ہو، دیکھنا ہے کہ اس زمانہ کے بت شکن مجاہدینِ قلم اس نئی
...نے میں کس کس طرح قوت صرف فرماتے ہیں، اور مسلمان اپنی دینی
...ت دیتے ہیں، ؟

مقالات

فہم قرآن کے اُصول وشرائط

از

شاہ معین الدین احمد ندوی

کلام اللہ کی اہمیت اور اسکی خصوصیات

قرآن پاک خدا کی آخری کتاب ہے، جو خاتم الانبیاء کے ذریعہ، سارے عالم کی دائمی رہنمائی کے لئے بھیجی گئی، آسمانی صحیفوں میں یہ امتیاز وخصوصیت صرف کلام مجید کو حاصل ہے کہ وہ تنہا اخلاق وروحانیت کا درس اور نجاتِ اُخروی کا نسخہ نہیں ہے بلکہ دین کے ساتھ وہ مسلمانوں کی دنیاوی کامرانیوں کا دستور العمل بھی ہے،

رسول اللہ صلعم کی بعثت کا مقصد اسی پیام الٰہی کی تبلیغ اور اس کا قیام تھا، اس لئے آغاز وحی میں "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ" اور "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" کے احکام ملے،

اس قانون کی بقا وتحفظ پر ساری دنیا کی ہدایت اور ایک برگزیدہ امم قوم کی جو دنیا کے لئے نمونہ بنا کر بھیجی گئی موت وحیات کا دار مدار تھا، اس لئے خدا نے خود اسکی حفاظت کا ذمہ لیا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ — بیشک ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم اسکی حفاظت کرنے والے ہیں،

اور رسول نے اس کے ایک ایک حکم اور ایک ایک آیت کی تشریح کی، اس کے قوانین وتعلیمات کو

دکھایا اور اپنے بعد اپنی تعلیم دی ہوئی حامل قرآن جماعت چھوڑ گیا کہ قرآن کی تعلیم کا
تشنہ باقی نہ رہنے پائے،

ل اللہ صلعم کے بعد صحابۂ کرام، تابعین، وتبع تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی
روشنی میں قرآن کو سمجھتے اور دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے، اور علمائے اسلام
کے ہر جزی سے جزی پہلو پر تحقیق کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ چھوڑ گئے جس کی مثال
کی تاریخ میں نہیں ملسکتی،

بھی ہے | کلام اللہ جاہل بدؤن اور حکما، وفلاسفہ دونوں کی رہنمائی کے لئے آیا تھا،
اس لئے اس میں بقدر عل صاف وسادہ تعلیمات بھی ہیں جنھیں ہر بدوی
ر حکمار کے غور وفکر کیلئے اسرار وحکم اور امثال ومواعظ بھی ہیں، اس لئے قرآن
اور مشکل بھی،

سان ہے،

سَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ	بیشک ہم نے اس کو (قرآن) تمھاری زبان
رُوْنَ، (دخان-۳)	میں آسان کر دیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں
سَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ	بیشک ہم نے اسکو (قرآن) تمھاری زبان
نَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا	میں آسان کر دیا تاکہ تم اس کے ذریعہ
(مریم-۷)	پرہیزگاروں کو بشارت دو اور جھگڑالو
	قوم کو ڈراؤ،

ہے،

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ	اسی خدا نے تم پر کتاب اتاری، اسکی بعض

مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ	(یعنی محکمات (آسان و واضح) ہیں یہی
وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ،	اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہات
(آل عمران-۱)	ہیں (جس کے کئی پہلو ہیں)

اس کی تاویل صرف خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم،

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ	اور اس کی تاویل کو صرف خدا جانتا ہو
الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ	اور راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم ہر اس
اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا،	چیز پر ایمان لائے جو ہمارے پروردگار کی
(آل عمران-۱)	طرف سے ہے،

اگرچہ اس آیت کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے زیادہ لوگ ومایعلم تاویلہ الا اللہ کو الگ ایک جملہ مانتے ہیں اور مابعد سے اسے متعلق نہیں کرتے، اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ متشابہات کی تاویل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، راسخون فی العلم اسکی بحث وتحقیق میں نہیں پڑتے اور کہتے ہیں کہ خدا کی جانب سے جو کچھ بھی ہے خواہ وہ محکمات ہوں یا متشابہات ہوں ہم سب پر بے چون وچرا ایمان لائے، لیکن ایک جماعت والراسخون فی العلم کا عطف سابق جملہ پر مانتی ہے، اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ متشابہات کی تاویل خدا جانتا ہے، اور راسخون فی العلم جانتے ہیں،

بہرحال اگر یہ معنی نہ بھی لئے جائیں تو قرآن کو سمجھنے کے لئے علم، عقل اور فہم وتدبر کی ضرورت ہے، قرآن پاک میں بکثرت ان چیزوں پر زور دیا گیا ہے،

اس کے امثال وحکم سے عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے لئے عقل ودانش کی ضرورت ہے

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ	اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے آیات کی

...وْنَ ، (روم-۴)	تفصیل بیان کرتے ہیں جو سوچتے سمجھتے ہیں
...ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ	اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں
...ت ، (روم-۳)	جو سوچتے سمجھتے ہیں،
...ورت ہے،	
...اَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ	یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں
...لُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ،	جنھیں صرف علم رکھنے والے سمجھتے ہیں،
...کی ضرورت ہے،	
...لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ	بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں
...، (روم)	ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں.
...نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ	ہم ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں
... (یونس-۳)	اسی طریقہ سے آیات کی تفصیل کرتے ہیں،
...ثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ	یہ مثالیں ہم ان لوگوں کے لئے بیان کرتے
...كَّرُوْنَ، (حشر-۳)	ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں،
...نٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ	ہم نے تمھاری طرف مبارک کتاب اتاری
...يٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ	کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں،
... (ص-۳)	اور عقل والے نصیحت حاصل کریں،

...معلوم ہوا کہ قرآن کے تنہا لفظی معنی سمجھ لینا کافی نہیں ہے کہ اسے ہر بدوی
...و فکر اور تدبر کی ضرورت ہے،
...اس لئے رسول اللہ صلعم تعلیم قرآن کی ترغیب دلائی،

انّ افضلکم من تعلّم القرآن و	تم میں افضل وہ ہو جس نے خود قرآن کی تعلیم
علّمہ (بخاری و ترمذی و ابن ماجہ)	حاصل کی اور دوسروں کو تعلیم دی،

قرآن کی تعلیم و تعلم کی یہ تمثیل بیان فرمائی،

تعلموا القرآن واقرأوہ فانّ	قرآن کو سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ کیونکہ
مثل القرآن ومن تعلمہ فقام	جس نے قرآن سیکھا دوسروں کو سکھایا
بہ کمثل جراب محشوٍ مسکًا یفوح	اور اس پر عمل کیا اس کی مثال اس تھیلی
کل مکان ومثل من تعلمہ فرقد	کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہے
وھو فی جوفہ کمثل جراب اوکئ	اور ہر طرف اسکی خوشبو اڑ رہی ہو اور جس
علی مسکٍ	نے اس کو سیکھا اور غافل ہوگیا، اسکی مثال اس
(ابن ماجہ)	تھیلی کی سی ہے جسمیں مشک بھرا ہو لیکن اسکا منھ باندھ دیا گیا ہو
عن ابی ذر قال قال رسول اللہ	ابو ذر روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ
صلعم یا اباذر لان تغدو فتعلّم	صلعم نے اے ابو ذر تم اس حالت میں
آیات من کتاب اللہ خیر لك	صبح کرو کہ قرآن کی ایک آیت سیکھو وہ
من ان تصل مائۃ رکعۃ (ابن ماجہ)	سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے،
الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام	قرآن کا ماہر (قیامت میں) بزرگ اور
البررۃ ، (ترمذی)	نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا،
تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا	فرائض اور قرآن کو سیکھ لو اور اسکو دوسروں
الناس فانی مقبوض ، (رر)	کو سکھاؤ کہ میں وفات پانے والا ہوں،

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم قرآن کا تعلق آپ کی ذات گرامی سے تھا،

...علیم و تعلم کی ترغیب کی یہ صرف چند حدیثیں نقل کی گئیں ورنہ کتبِ حدیث میں
...ہے،

... اس ترغیب کے ساتھ آپ نے تعلیم قرآن کا خاص اہتمام فرمایا تھا، یوں تو
... قرآن کی زندہ درسگاہ تھی، آپ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت تعلیم دیتے
...لاوہ تعلیم قرآن کے لئے صفہ کی درسگاہ تھی، اس میں صحابۂ کرام قرآن کی تعلیم

...حلقے تھے، ایک اصحاب ذکر و فکر کا دوسرا قرا کا، آپ جب تشریف لاتے تو
...آن کے قرار کے حلقہ میں بیٹھتے اور فرماتے میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"،
...ں العلماء والحث علی طلب العلم)
...تعلیم دینے کے ساتھ ان کو ترغیب بھی دلاتے تھے،
...ن ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم تشریف لائے، ہم لوگ صفہ میں تھے،
...میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان اور عقیق جا کر بغیر کسی
...کے موٹے کوہان والی دو اونٹنیاں حاصل کرے، ہم لوگوں نے عرض
...ہم سب چاہتے ہیں، فرمایا تو تم میں سے کوئی صبح کو کیوں مسجد نہیں جاتا کہ
...ں تعلیم حاصل کرے، اور قرآن کی دو آیتیں پڑھے جو اس کے لئے دو
... تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے اسی طریقہ
...ہ آیتیں اس سے زیادہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں"، (مسلم)
...آنحضرت صلعم کے علاوہ قرا صحابہ بھی تعلیم دیتے تھے، حضرت عبادہ بن ص...
...حابہ میں نہایت ممتاز تھے، اس درسگاہ کے معلم تھے، آپ کا بیان ہے

علمت ناسًا من اھل الصفۃ القرآن والکتاب،[1] الخ	ہم نے چند اہل صفہ کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دی تھی،

جن لوگوں کو کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے دن کو تعلیم کا موقع نہ ملتا تھا وہ رات کو حاصل کرتے تھے،

فکانوا اذا جنھم اللیل انطلقوا الی معلم لھم بالمدینۃ فیدرسون اللیل حتی اصبحوا، (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۲۴)	جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ (اصحاب صفہ) مدینہ کے ایک معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک پڑھنے میں مشغول رہتے تھے،

جدید الاسلام اشخاص اور قبائل کی تعلیم کا انتظام

مکی اور مدنی مسلمانوں کو تو ہر وقت مہبطِ وحی و الہام کی صحبت حاصل تھی، ان کے لئے ہر طرح کی سہولتیں تھیں، لیکن ان جدید الاسلام اشخاص اور قبائل کو جو مرکزِ قرآن سے دور رہتے تھے اور ان کو مدینہ آنے کا صرف ایک دو مرتبہ اتفاق ہوتا تھا، اس کا موقع بھی میسر نہ آتا تھا، اس لئے ان کی تعلیم کا خاص انتظام کیا گیا تھا، جو لوگ مدینہ آتے تھے انھیں آنحضرت صلعم عموماً انصار کے سپرد کر دیتے تھے جو انکی میزبانی کے ساتھ انھیں قرآن کی تعلیم بھی دیتے تھے، وفد عبد القیس کا بیان ہے،

ان الانصار یعلمونا کتاب ربنا وسنۃ نبینا،	انصار ہم کو ہمارے رب کی کتاب اور ہمارے نبی کی سنت کی تعلیم دیتے تھے،

وفد بنی تمیم نے کچھ دنوں مدینہ میں قیام کرکے قرآن کی تعلیم حاصل کی،[2]

اسی طریقہ سے جدید الاسلام قبائل کے جو وفود مدینہ آتے تھے، ان میں سے بیشتر کچھ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۲۴ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۸،

..بقدر ضرورت قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کے حالات حدیث اور سیرت

..رہیں،

..اشخاص کسی معذوری کی بنا پر مدینہ نہیں پہنچ سکتے تھے، یا تعلیم کی مدت کے

..کر سکتے تھے، ان کی تعلیم کے لئے کبھی مستقل معلمین بھیجے جاتے تھے اور کبھی

..اور قضاۃ کے سپرد کیجاتی تھی جو ان فرائض کے ساتھ تعلیم کی خدمت

..ان میں عموماً علمائے صحابہ ہوتے تھے، چنانچہ انصار کی پہلی بیعت کے بعد

..دں میں اسلام پھیلا تو ان کی تعلیم قرآن کے لئے حضرت مصعب بن

..گئے[1] آنحضرت صلعم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی مقرر

..شرائع اسلام کی تعلیم بھی ان کے سپرد کی[2]، اسی طریقہ سے مختلف مقامات

..بھیجے جاتے تھے،

..کی تعلیم قرآن کی صرف یہ نوعیت نہ تھی کہ آنحضرت صلعم سے محض

..را قرآن ناظرہ کر لیا یا قرأت کی تصحیح کر لی، بلکہ بقدر ذوق و استعداد

..سے ابتدائی تعلیم سے لے کر انتہائی تعلیم تک حاصل کرتے تھے،

..ب نے پورا قرآن آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے سن کر یاد

..مسعود نے آپ سے ستر سورتیں سیکھی تھیں، (بخاری ج ۲ ص ۸۴۸)

..ت کیساتھ کہ ان دونوں کا خود بیان ہے کہ "رسول اللہ صلعم جب

..جاتے تھے تو جب تک ہم ان پر عمل نہ سیکھ لیتے تھے اس وقت تک

..بڑھتے تھے، اس طریقہ سے ہم نے قرآن اور اس پر عمل دونوں

..ستیعاب تذکرہ معاذ بن جبل [2] مسند احمد بن حنبل، ج ۵ صفحہ ۱۱۳

کو ساتھ ساتھ سیکھا[1]،

یہی طریقہ عام تعلیم کا تھا، ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے،

منا اذا تعلم عشر آیات لم	جب ہم میں سے کوئی شخص دس آیتیں سیکھ
یجاوزهن حتی یعرف معنیهن	لیتا تھا تو اس وقت تک ان سے آگے
والعمل بهن (ابن جریر ج ۱ ص ۲۶)	نہ بڑھتا تھا جب تک انکے معنی اور ان پر عمل نہ سیکھ لے

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے سورۂ بقرہ کی تعلیم پر کامل آٹھ سال صرف کئے[2]،

اس محنت کا نتیجہ یہ تھا کہ قرآن کے متعلقات میں سے کوئی شے مفسر قرآن صحابہ کی نظر سے پوشیدہ نہ رہی تھی، پھر بھی ان کے ذوق و جستجو کو تسکین نہ ہوتی تھی، ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے[3]،

والذی لا الٰه غیره ما نزلت	اس ذات کی قسم جسکے سوا دوسرا معبود نہیں،
آیةٌ فی کتاب الله الا وانا	کتاب اللہ میں کوئی ایسی آیت نازل
اعلم فیم نزلت واین نزلت	نہیں ہوئی جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا
ولو اعلم مکان احدٍ اعلم	ہوں کہ وہ کس کے بارہ میں نازل ہوئی
بکتاب الله منی تناله المطایا	اور کہاں نازل ہوئی (اسکے باوجود)
لاتیته،	اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ سے زیادہ
	قرآن کا کوئی جاننے والا موجود ہے اور
	وہاں تک میری پہنچ ہو سکے تو میں ضرور

[1] ابن جریر و تفسیر قرطبی ج اول ص ۲۷ [2] ایضاً بحوالہ موطا امام مالک، [3] ابن جریر ج اول ص ۲۷،

ط قرآن صحابہ نے اسی ذوق و جستجو اسی محنت و جانفشانی اور اسی جامعیت
لیم حاصل کی تھی، حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت، ابو ایوب
سعود، عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہ قرار صحابہ کی تعلیم قرآن کے حدیث
ں واقعات ہیں جنھیں نقل کرنے کے لئے مستقل کتاب چاہئے اس لئے انھیں

یں بھی تعلیم قرآن کا یہی انداز تھا، ابو عبدالرحمٰن اسلمی تابعی کا بیان ہے،
دس آیتیں سیکھ لیتے تھے تو اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے جب تک
ام اور امر و نہی سے واقف نہ ہو جاتے تھے (تفسیر قرطبی ج اول ص ۳۴)

)

جاہد بن جبیر نے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس سے کامل تیس مرتبہ
راس تحقیق کے ساتھ کہ ہر سورہ کے شان نزول اور اس کے جملہ متعلقات

آنحضرت صلعم کے بعد چاروں خلفاء نے بھی قرآن کی تعلیم اور اسکی
اشاعت کو اپنا مقدم فرض تصور کیا، حضرت عمرؓ نے خصوصیت کے
اعت کی، تمام ممالک مفتوحہ میں قرآن کے مکاتب قائم کئے اور ان
بھیجا،
ن صامت، معاذ بن جبل اور ابو درداء رضی اللہ عنہم کو شام بھیجا حضرت
ابو درداءؓ نے دمشق کو مستقر بنایا اور معاذ بن جبل نے فلسطین میں

ے تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴،

اقامت اختیار کی، پھر عبادہؓ بھی یہیں چلے آئے،[۱] عمران بن حصین کو قرآن اور فقہ کی تعلیم کے لئے بصرہ
بھیجا،[۲] ایک قاری ابو سفیانؓ کو خاص بدوؤں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا کہ وہ قبائل کا دورہ کرکے
ہر شخص کا امتحان لیں، اور جس کو قرآن یاد نہ ہو اس کو سزا دیں،[۳] جن سورتوں میں احکام و فرائض
ہیں، مثلاً سورۂ بقرہ، مائدہ، حج، اور نور کا سیکھنا ہر مسلمان کیلئے ضروری قرار دیا[۴] حفاظ قرآن کے وظائف مقرر کئے[۵]

خود آپ کی مجلسوں میں تفسیر قرآن پر بحث و گفتگو ہوتی تھی جس میں اکابر صحابہ اظہار خیال
کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ اگرچہ کمسن تھے لیکن انکے ذوق اور علم کی وجہ سے انھیں آپ اس مجلس میں شریک
کرتے تھے، بعض صحابہ کو اس پر اعتراض ہوا کہ ابن عباس کے برابر ان کے لڑکے ہیں ان کو
اس مجلس میں کیوں شریک کیا جاتا ہے، اس اعتراض پر آپ نے حاضرین کو ابن عباس کے فہم
قرآن کا مشاہدہ کرانے کے لئے حاضرین سے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کا مقصد پوچھا لوگوں نے
مختلف جوابات دیئے، آخر میں آپ نے ابن عباس سے پوچھا انھوں نے کہا اس میں آنحضرت
صلعم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے،[۶]

حضرت عمرؓ نے قرآن کی تعلیم کی اشاعت کا جس پیمانہ پر انتظام کیا اس کی تفصیلات بہت
ہیں، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس فرض کو انجام دیتے رہے، لیکن تعلیم
قرآن کی تاریخ لکھنا ہمارا مقصود نہیں اس لئے انھیں قلم انداز کرتے ہیں،

بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ فہم قرآن، اور اس کی تفسیر و تاویل کے لئے محض عربی
زبان کا جاننا کافی نہیں ہے، کہ عربی تو ہر بدوی کی مادری زبان تھی، متعدد صحابہ نوشت و خواند

[۱] اسد الغابہ تذکرہ عبادہ بن صامت [۲] فتوح البلدان بلاذری ص ۵۰۸ [۳] اصابہ تذکرہ
اوس بن خالد [۴] کنز العمال ج اول ص ۲۲۴ [۵] ایضاً [۶] بخاری کتاب التفسیر باب
قولہ فسبح بحمد ربک،

...ہب کا بھی علم رکھتے تھے، اگر تنہا عربی زبان کا جاننا کافی ہوتا تو تعلیم قرآن کیلئے
...ام کی ضرورت نہ تھی، لیکن رسول اللہ صلعم جس طرح سلمانؓ فارسی، اور بلالؓ
...لیم دیتے تھے، اس طرح علیؓ ہاشمی ومطلبی کو بھی، جس طرح دیہات کے جاہل بدوؤں
...سمجھاتے تھے اسی طرح ابوبکرؓ صدیق اور عمر فاروقؓ کو بھی گو اس کی نوعیت
...کابر صحابہ کی تعلیم قرآن کے حالات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں،

...ہوئی بات ہے کہ کسی زبان کے معمولی معنی سمجھ لینے اور اس کی بلند پایہ علمی
...سمجھنے کے لئے مختلف استعدادوں کی ضرورت ہے، اردو زبان کی معمولی کتابیں
...سمجھ سکتا ہے، لیکن علمی کتابوں کے دقیق مباحث سمجھنے کے لئے تنہا اردو
...ہے بلکہ اس کے لئے اور بہت سے علوم اور خاص استعداد وقابلیت کی
...احث کو جانے دیجئے، وہ اردو شاعری کے نکات ولطائف نہیں سمجھ سکتا،
...کی تعلیمات اس کے اوامر ونواہی اور اسکے اسرار وحکم تنہا عربی زبان
...ے جا سکتے ہیں،

... دنیا کے تمام علوم وفنون کے خاص اصول وقواعد ہوتے ہیں اور انکی
... جسے ہم موجودہ اصطلاح میں ان فنون کی سائنس کہہ سکتے ہیں جبتک
...ں سے واقفیت نہ ہوگی اس وقت تک ان علوم کو نہیں سمجھا جا سکتا،
طب اول
...، انکی روح کا سب سے بڑا عارف رسول ہے، کہ وہی اس کلام کا مخ...
...ذریعہ سے قرآن کو دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تھا، اس لئے وہی اس کا
...و سکتا ہے، قرآن بھی اس کا شاہد ہے، رسولؐ پر نزول قرآن کی مصلحت
...ہے،

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ، (نحل - ٦)

اور ہم نے تمہاری طرف اس لئے نصیحت (قرآن) اتاری ہو کہ تم اس چیز کو جو ان لوگوں کے لئے اتاری گئی ان سے کھول کر بیان کردو کہ وہ اسے سوچیں،

اس آیت پاک میں رسولؐ کا فرض "قرآن" کی "تبیین" بتایا گیا ہے، "تبیین" کے معنی لغت میں ظاہر کرنے، واضح کرنے اور تشریح وتوضیح کے ہیں، قرآن میں یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے،

(۱) کسی چیز کو واضح اور شرح کرنے کے معنی میں،

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ، (بقرہ - ۲۳)

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات (احکام) کو کھول کر بیان کرتا ہے،

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ اٰيٰتِهٖ (بقرہ - ۳۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات (احکام) کو کھول کر بیان کرتا ہے،

(۲) پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے کے معنی میں،

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ (مائدہ ۳)

اے اہل کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے اور کتاب (توریت) میں سے تم جو کچھ چھپاتے ہو اسکو وہ ظاہر کرتا ہے،

اس آیت کا تعلق اہل کتاب سے ظاہر ہے، اس "تبیین" سے مراد توریت کے ان احکام کا اظہار ہے جنھیں یہود اپنی خود غرضی سے چھپاتے تھے، اور قرآن نے ان کو ظاہر کیا،

(۳) ان مختلف فیہ امور میں اظہار حق کے لئے جن میں کفار محض اپنی جہالت اور گمراہی سے

ں،

نکمُ یَومَ القِیَامَۃِ … اور جن چیزوں میں تم لوگ اختلاف کرتے

فیہِ تَختَلِفُونَ ، … ہو قیامت کے دن خدا ضرور تم پر اس کی

(نحل-۱۳) … حقیقت ظاہر کر دے گا،

ھُمُ الَّذِی یَختَلِفُونَ … جن چیزوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں

مَ الَّذِینَ کَفَرُوا اَنَّھُمْ … ان کی حقیقت ضرور ظاہر کر دی جائیگی تاکہ

ذِبِینَ ، (نحل-۵) … کافروں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے ہیں،

تبین" کا تعلق قیامت سے ہے، یعنی، کفار دنیا میں اپنی جہالت اور گمراہی
تلاف کرتے ہیں خدا قیامت میں اس کی حقیقت ظاہر کر دے گا، ان تینوں
نے کے بعد "تبیین للناس" میں تبیین کے معنی خود بخود متعین ہو جاتے ہیں
ب کے "کتمان حق" کے اظہار سے ہے اور نہ مختلف فیہ امور میں اظہار حقیقت
تیسرے معنی یعنی قرآن کی تشریح و وضاحت مراد ہے اور یہی سنت ہے،
یح و توضیح بھی اگرچہ وحی کی شکل میں نہ تھی لیکن درحقیقت یہ بھی منجانب اللہ
رآن میں فرمایا ہے کہ قرآن کا سمجھانا ہمارے ذمہ ہے، نزول وحی کے وقت
فوظ کرنے کے لئے جلدی جلدی پڑھتے تھے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں،

سَانَکَ لِتَعجَلَ بِہٖ … قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو اس لئے حرکت
نَا جَمعَہٗ وَقُرآنَہٗ … نہ دو کہ اسکو جلدی سے یاد کر لو، تمہارے سینہ
فَاتَّبِع قُرآنَہٗ، … میں اس کا جمع کرانا اور اس کا پڑھوا دینا ہمارا
یَانَہٗ، (قیامت) … ذمہ ہے، جب ہم پڑھ چکیں (بذریعہ وحی) تو

قرآن کی عبارت کو محفوظ کرانے کے بعد اس کے سمجھانے کے معنی صرف اس کے احکام وتعلیمات کے سمجھانے ہی کے ہو سکتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ وغیرہ مفسر صحابہ کا بھی یہی خیال ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی تشریح و توضیح بھی منجانب اللہ تھی،

بعض حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں،

ماکان النبی صلعم یفسر شیئًا من القرآن الا آیا تعدّ علمھن ایاہ جبریل، (ابن جریر ج ۱ ص ۲۸) … رسول اللہ صلعم انھی گنی ہوئی آیات کی تفسیر فرماتے تھے جنھیں آپ کو جبرئیل سکھاتے تھے،

رسولؐ کے بعد صحابہ ترجمان تھے یہ ایک بالکل فطری اور علمی اصول ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد قرآن کی ترجمان وہی جماعت ہو سکتی ہے جو نزولِ قرآن کے وقت مکتب نبوی میں موجود تھی، جس کے سامنے نزولِ قرآن کی پوری تاریخ تھی، جس کی زبان عربی تھی، جو عرب کے عقائد، رسوم اور معاشرت سے واقف تھی، جس کی نگاہوں کے سامنے قرآن نے اس کی اصلاح کی، جس نے سالہا سال تک خود رسول سے قرآن کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ کو سمجھا، رسول اللہ نے بڑے اہتمام سے اس کی تعلیم و تربیت کی، اور قرآنی تعلیمات کو عملاً برت کر اسے سمجھایا اور اسکو ان کا پابند بنایا، پھر اسی اہتمام سے صحابہ نے تابعین کو اور تابعین نے تبع تابعین کو یہ امانت پہنچائی،

صحابہ کی قرآن کی ترجمانی کسی مذہبی عقیدہ کی بنا پر نہیں بلکہ خالص علمی اصول پر ماننا پڑیگی، فرض کیجئے آج سے چند سو برس پہلے ایک قانون بنا ہے، کئی صدیوں کے بعد اس کی کسی دفعہ کے مفہوم و منشا کے سمجھنے میں اختلاف ہوتا ہے تو خالص علمی اصول پر اس کی شارح کون جماعت مانی جائے گی، وہ جماعت مانی جائے گی جس کے سامنے یہ قانون بنا جو اس کے

س کے اسباب سے واقف تھی، خود اس قانون کے شارحِ اول کی زبان سے
یک دفعہ کے مفہوم اور منشا کو سمجھا، اس نے خاص اہتمام سے سمجھایا، اور عملاً نافذ
ت کر دکھایا اور اسی طریقہ سے علی التواتر صدیون تک اس پر عمل ہوتا رہا، یا
ی وہ نو پیدا جماعت، جس کو نہ اس قانون کی تاریخ سے ذاتی واقفیت ہے
ے نہ اس کے ماحول سے، نہ مادری زبان کی حیثیت سے قانون کی زبان سے اسکو
ہے وہ اسی پہلی جماعت کے وسیلہ سے، ظاہر ہے کہ پہلی جماعت اس قانون
ی اور شارح سمجھی جائے گی اور اس کی تاویل و تشریح میں اسی کا قول سند مانا
صول کے لحاظ سے کلام پاک کے سب سے بہتر اور مستند ترجمان اور شارح
اور ان کے بعد ان کی وہ روایات جو انتہائی بشری احتیاط کے ساتھ اب تک
یں،

ں روسے
ا پایہ

اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام کی تفسیرین صحیح، لیکن ہمارے
پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ موجودہ تفسیری روایات صحابہ کرام
ں مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوا،
ی خالص علمی اصول اور اصولِ شہادت کی روسے جانچنا چاہئے، اس عالم
ی دنیا میں کسی چیز کے علم یقین کے صرف دو ہی ذرائع ہین، عینی مشاہدہ جس
نے کے ساتھ کان سے سننا بھی شامل ہے اور مستند شہادت، پہلی صورت
قعات کے ساتھ مخصوص ہے، اپنے سے قبل کے واقعات کے علم یقین کی صرف
ے مستند شہادت، اس شہادت کے بھی دو پہلو ہین، ایک ان کی صداقت
دوسرے ان کی کثرت و تواتر، ان ہی دونون چیزون پر تمام گذشتہ قومون

اور ملکون کی تاریخ کے علم کا دار و مدار ہے، اگر اسے نہ مانا جائے تو پھر ساری دنیا کی تاریخ افسانہ
بن جائے گی، ہمارے پاس اس کا ثبوت کیا رہ جائیگا کہ یونان، روما اور مصر وغیرہ کوئی تاریخ
بھی رکھتے تھے، پرانی تاریخون کو جانے دیجئے، اپنے زمانہ کو لیجئے، اس مین بھی بہت سے امور
میں ہمارے علم یقین کا دار و مدار صرف شہادت پر ہے، جو شخص یورپ نہیں گیا ہے، اس کے
پاس جرمنی، فرانس اور روس کے وجود کے یقین کا شہادت کے علاوہ اور کیا ذریعہ ہے،
یہی نہ کہ ہم بچپن سے ان کے حالات سنتے آئے ہیں، کتابوں میں پڑھتے ہیں، اخبارات میں
دیکھتے ہین، آنے جانے والوں سے سنتے ہین لیکن ان میں سے ہر ایک ذریعہ صرف شہادت
ہے، عینی مشاہدہ نہیں، اس کے باوجود ہم کو ان کے وجود کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اپنی ذات
کا، یہ کیا ہے صرف شہادت کا درجۂ استناد اور اس کا تواتر،

ایک اور مثال لیجئے، دنیا کا سارا نظامِ عدالت اسی شہادت پر ہے، ایک حاکم عدالت
کی کرسی پر بیٹھتا ہے، اس کے سامنے سیکڑون قسم کے مقدمات پیش ہوتے ہین جن کے
متعلق اس کو کوئی ذاتی علم اور عینی مشاہدہ نہیں ہے لیکن وہ صرف شہادت کے درجہ
استناد اور اس کے تواتر سے علم یقین حاصل کر کے فیصلہ کر دیتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ
دنیا کا سارا نظام شہادت پر قائم ہے اس کے بغیر تو ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے،

البتہ علم یقین کے لئے شہادت کا درجۂ استناد اور اس کا تواتر ضروری ہے، اسکو بھی اسی
علمی اصول سے جانچئے، اس لحاظ سے روایتِ حدیث کے مقابلہ میں دنیا کی کونسی شہادت پیش کیجا سکتی
ہے، اس موقع پر میں رجال اور اصولِ حدیث کی تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتا کہ یہ بحث
بہت لمبی ہے اور اس مضمون کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو اس سے واقف ہین، اس لئے
سوال ہے کہ حدیث کی صحت اور روایت کے اصولِ شہادت کے مقابلہ مین وہ دنیا کی

ادت اور کس تاریخی سرمایہ کو پیش کر سکتے ہیں، اگر اسکا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی ہی میں ہے تو جن اصول
دنیا کی تاریخ کے علم یقین کیلئے مانا جاتا ہے اسے روایتِ حدیث میں کس طرح غلط یا ناقابل یقین
سکتا ہے، اگر ہم روایاتِ صحابہ کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں، تو ہمارے پاس خود اسلام کی تاریخ کا کیا ثبوت اور
تا ہے کلام اللہ عہدِ رسالت کی تاریخ کی حیثیت سے بالکل ناکافی ہے، اس میں خاص خاص اہم واقعات کے
ات ہیں یا زیادہ سے زیادہ مجمل بیانات ہیں، پھر یہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کہاں سے مرتب ہوئی ہے،
کے عقائد کیا تھے رسوم کیا تھے معاشرت کیا تھی، اسلام نے اس میں کیا اصلاح کی رسول اللہ صلعم کو تبلیغ
یا واقعات پیش آئے، دعوتِ اسلام، اس راہ کے شدائد، مشرکین کی مخالفت، ہجرت، مدنی زندگی،
رکین، منافقین اور یہود و نصاریٰ کا طرزِ عمل، انصار، مہاجرین اور اکابر صحابہ کی قربانیاں، غرض
ری ۲۳ سالہ تاریخ کس چیز سے مرتب ہوئی ہے، حدیث سے اور صرف حدیث سے، اور اس کو
ہے جیسے اپنے زمانہ کے عینی مشاہدات پر، پھر اسلام کی تاریخ مین تو حدیث کو علم یقین کا درجہ
قرآن کی تفسیر میں اس کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا جائے، آخر کس اصول پر صرف من مانی تاویلات
طبری اور ابن اثیر سے بھی گئی گذری ہوئیں، کہ ان سے تو ثبوت لایا جائے ان کے
یقین کا درجہ دیا جائے، لیکن حدیث کو یہ درجہ بھی حاصل نہیں، اس تفصیل سے یہ واضح
علمی اور فطری اصول سے بھی ہم احادیث کو نظر انداز نہیں کر سکتے بلکہ ان کی صداقت
مجبور ہیں اور اسلام کی تاریخ مین بغیر اس کے چارہ کار ہی نہیں ہے، (باقی)

تفسیر ابو مسلم اصفہانی

معتزلہ کی مفقود الخبر نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزاء جو نہایت دیدہ ریزی
کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے، قیمت: ۱۲؍ ضخامت

"مینجر"

مولانا کاتبی نیشاپوری

از

مولینا عبد السلام ندوی

مولانا شبلی مرحوم کی کتاب "شعر العجم" اگرچہ فارسی شاعری کی نہایت مفصل تاریخ ہے تاہم ابھی اس پر اضافہ کرنے کی بہت کچھ گنجایش ہے، مولینا مرحوم نے اس کتاب مین ایک خاص تاریخی دور کو جو آٹھوین صدی سے شروع ہوا، اور نوین صدی تک قائم رہا، کسی مصلحت سے نظرانداز کر دیا ہے، حالانکہ اس دور مین بھی بہت سے باکمال شعرا پیدا ہوئے، اور انھون نے ایک خاص طرز ایجاد کی، اس لئے ضرورت تھی کہ اس دور کی ادبی اور تاریخی خصوصیات کو بھی نمایان کیا جائے، سید وزارت علی صاحب (گڑگانوان پنجاب) کی یہ خدمت لائق ستایش ہے، کہ انھون نے اس دور کے سب سے زیادہ ممتاز شاعر مولینا کاتبی کے کلام کا ایک عمدہ مجموعۂ انتخاب مرتب کیا، اور ہمارے رفیق مولینا عبد السلام ندوی نے اس پر ایک مقدمہ لکھکر مولینا کاتبی کے حالات کے ساتھ نہ صرف ان کی شاعری پر ایک مفصل تبصرہ لکھا، بلکہ اس دور کی شاعرانہ خصوصیات کو بھی نمایان کیا، ہم ناظرین معارف کی دلچسپی کے لئے اس مقدمہ کو معارف مین شائع کرتے ہین، اور ہم کو امید ہے کہ جب اس مقدمہ کے ساتھ یہ مجموعۂ انتخاب شائع ہوگا، تو فارسی شاعری کے قدردانون مین اس مقدمہ سے اس مجموعۂ انتخاب کی، اور اس مجموعۂ انتخاب سے اس مقدمہ کی وقعت اور اہمیت بہت زیادہ بڑھ جائیگی،

اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دورِ حکومت نے بہ کثرت ایسے جلیل القدر
ین پر اسلام کی علمی تاریخ ہمیشہ ناز کر سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان فرمانرواؤن کے
القدر افراد کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے، اور ان کے وجود کو ان کے دورِ حکومت کے حسنات
ی جاتا ہے، چنانچہ نوین صدی کے فرمانروایانِ اسلام مین سلطان شاہ رُخ بہادر
فرمانروا گذرا ہے، جو ۱۴ ربیع الاول ۷۷۹ھ مین پیدا ہوا، اور سلطان صاحب
ن کے بعد ۴۳ سال بلکہ ۵۰ سال تک ایران، توران اور ہندوستان پر حکومت
ں وفات پائی، دولت شاہ سمرقندی نے عارف کامل نورالدین نعمت اللہ
یس، اس نامور بادشاہ کا جو ضمنی تذکرہ کیا ہے، اسکی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے:

یدظل اللہ فی الخافقین شاہ رخ بہادر گورگان انار اللہ برہانہ بادشاہے بود
دانی و موید بتائید صمدانی بخت مساعد و دولت موافق داشت وعدلے بر
عام دربارۂ عوام وخواص داشتے رعایا آن آسودگی و فراغت کہ بروزگار
اند، از عہدِ آدم الی یومنا در ہیچ عہد وزمان و دوراں ان نشان نداده اندبیرت
ت شریعت گوے مراد از میدان سلاطین در ربود"[1]

قی اور مذہبی فضائل کے ساتھ اس کا دورِ حکومت علمی حیثیت سے بھی خاص امتیاز
ہ زمانہ مین اسلام کے متعدد ایسے مایۂ ناز فرزند پیدا ہوئے، جن پر مسلمانون کی
کرتی ہی، دولت شاہ نے اس کے ضمنی تذکرے میں ان نامورانِ اسلام کا نام
سے لیا ہے، گویا ان کا وجود اس کے دورِ حکومت کی ایک بہت بڑی برکت

ی از ص ۳۲۶ تا صفحہ ۳۳۰

اما از مشائخ وا کابر وعلما وشعرا کہ بروزگار شاہ رُخ سلطان ظہور یافتہ اند سلطان العلما ء المحققین شمس الملة والدین محمد الحافظی البخاری المعروف خواجہ پارسا قدس روحہا وخواجہ صاین الدین ترکہ اصفہانی ومولنا فاضل حسین خوارزمی وقدوۃ العلما و مفخر الفضلا مولینا شرف الدین علی یزدی واز شعراے بزرگ شیخ آذری وبابا سودائی ومولینا علی شہاب وامیر شاہی سبزواری ومولنا کاتبی ترشیزی، ومولانا نسیمی بوده اند کہ ذکر تصانیف و دواوین این جماعت در ربع مسکون شہرت دارد، اما چہار ہنرمند در پائے تخت شاہ رخی بوده اند کہ در ربعِ مسکون بروزگار خود نظیر نداشتہ اند، خواجہ عبد القادر مراغی در علم ادوار وموسیقی و یوسف اندکانی درخوانندگی ومطربی واستاد قوام الدین درہندسی وطراحی ومعماری ومولینا خلیل مصور کہ ثانی مانی بوده نور اللہ تعالیٰ مرقدہم[1]

دولت شاہ نے سلطان شاہ رُخ کے دورِ حکومت کے جن اربابِ کمال کا نام لیا ہے، ان کے فضائل وکمالات کے نمایان کرنے مین اگر ہمارا موجودہ علمی اور تاریخی سرمایہ ہماری مددگاری تو اسلام کی علمی اور ادبی تاریخ کے بہت سے ابواب وفصول کے روشن مناظر چشمِ بصیرت کے سامنے آسکتے ہین، لیکن سردست ان مین ہم صرف ایک باکمال شاعر کے سوانحِ حیات لکھنا چاہتے ہین، جس کا نام نامی محمد شمس الدین لقب[2] اور کاتبی تخلص ہے، باپ کا نام عبد اللہ تھا، طرق در آوش میں پیدا ہوا جو نیشاپور اور ترشیز کے درمیان ایک گاؤن کا نام ہے، لیکن نیشاپور اور ترشیز کی شہرت نے اوس کو اپنی طرف منسوب کرلیا، اور وہ کاتبی نیشاپوری اور کاتبی ترشیزی کے نام سے مشہور ہوگیا، اس انتساب کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ مولینا کاتبی کی تعلیم وتربیت کا آغاز سب سے پہلے نیشاپور سے ہوا، اور ابتدا مین انھون نے نیشاپور مین آکر مولینا نسیمی سے کتابت اور خوشخطی کی تعلیم حاصل کی، اور اس میں اس قدر کمال حاصل

---

[1] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ص ۳۴۰ [2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ذکر کاتبی،

ن بھی ان کی یہ فنی حیثیت نمایان رہی، اور اسی وجہ سے انھون نے اپنا تخلص کاتبی
ور خوشنویسی کا فن نہایت معمولی درجہ کا فن خیال کیا جاتا ہے، اور زیادہ تر
رتے ہین، جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی استعداد اور قابلیت نہین رکھتے، اس لئے
ویس گو کتنا ہی صاحب کمال ہو، سوسائٹی مین کوئی خاص وقعت اور شہرت
نہ مین اس فن نے متعدد وجوہ سے بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لی تھی، ایک
طلاّ و مذہب نسخون کی بہت زیادہ قدر کیجاتی تھی، اس لئے جو لوگ اس
تھے، وہ قدرتی طور پر غیر معمولی شہرت حاصل کر لیتے تھے، یاقوت مستعصمی کا نام
رے صاحب کمالون سے کچھ کم روشن نہین ہے، لیکن اس کا طغرائے کمال
ا اور کچھ نہین ہے، اس کے علاوہ اوس زمانہ مین چھاپہ خانہ کا رواج
کے دواوین اور مشہور مصنفون کی تصنیفات عموماً ہاتھ سے لکھوائی جاتی
وشنویسون کا درجہ بہت زیادہ بلند کر دیا تھا، چنانچہ مولینا جلال طبیب
مثنوی گل و نوروز کے نام سے لکھی تھی، جو مبتدیون اور نوجوانون مین خاص
شاپوری (جو کاتبی کے استاد تھے،) نے ایک مہینہ میں اس مثنوی کے ۲۰ نسخے
نہایت تعجب انگیز واقعہ خیال کیا گیا،[2] یہی وجہ ہے کہ اوس زمانے کے تمام
ایک ممتاز گروہ ہمیشہ موجود رہتا تھا، مساجد مقابر اور دوسری عمارتون

از کہتے ہین :۔

بون باشد   نے دست و قلم نہ جان و نے تن باشد،

وھد یاد مرا   خطے کہ بیادگار از من باشد،

لانا جلال طبیب شیرازی،

جو کتبے لگائے جاتے تھے، اوس نے بھی مشہور خوشنویسون کی حیثیت کو بہت زیادہ نمایان کر دیا تھا،
چنانچہ دولت شاہ شہزادہ ابراہیم کے ضمنی تذکرہ مین لکھتا ہے :۔

"مشہور است کہ دفاتر فارس بخط مبارک خود نوشتہ بود، و درزیبائی خط بغایتے بود
کہ نقل خط قبلۃ الکتاب یاقوت المستعصمی نمودے، و فروختے والیوم کتابہا
کہ بر عمارات و مساجد و مدارس فارس نوشتہ باقیست و در جا و تعلیما کہ مزین کہ خط شریف اوست
بین الکتاب[1] الیوم موجود است"

اس لئے اوس زمانہ مین خوشنویسی کی تعلیم نصاب تعلیم کا ایک ضروری جزو ہو گئی تھی، اور اس
دور کے اکثر شرفا یہان تک کہ بادشاہون کے لڑکے تک اس فن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، بالخصوص
شہزادہ بایسنغر کے زمانہ مین جس کے دربار سے بعد کو مولانا کاتبی کا تعلق ہوا، فن کتابت کو اور بھی زیادہ
ترقی ہوئی، اور خوشنویسون کا درجہ اور بھی زیادہ بلند ہوا، چنانچہ دولت شاہ شہزادہ بایسنغر کے ضمنی تذکرہ
مین لکھتا ہے :۔

"خط و شعر در روزگار او رواج یافت، گویند کہ چہل کاتب خوشنویس در کتابخانہ او بکتابت
مشغول بودندے و مولانا جعفر تبریزی سرآمد کتاب بودہ"[2]۔

اس بنا پر زمانہ کے عام میلان کے مطابق مولانا کاتبی نے بھی اس فن لطیف کی طرف توجہ کی،
اور مولنا سیمی سے اسکی تعلیم حاصل کی جو اس فن مین خاص مہارت رکھتے تھے، اور یہی پیشہ کرتے تھے،
ابتدا مین ان کا قیام نیشاپور مین تھا، لیکن بعد کو مشہد مقدسہ رضویہ میں چلے آئے، اور یہان ان کے
پیشہ کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا، اور ان کے مکتب مین زیادہ تر امرا و روسا کے بچے تعلیم حاصل
کرنے لگے، اور تجربہ نے اون کے مکتب کو بڑا بابرکت ثابت کیا، دولت شاہ نے ان کا تذکرہ کسی قدر

---

[1] دولت شاہ سمرقندی ص ۳۸۰، [2] ص ۳۵۰

کیا ہی، اور فن خوشنویسی کے متعلق ان کے تمام کمالات نہایت واضح الفاظ مین نمایان
ں کے خاص الفاظ یہ ہین :-

ے مستعد و ذو فنون بودہ اوّل در نیشاپور بودے و بعد ازان در مشہد مقدسہ رضوؔ
م والتحیۃ ساکن شد، و بمکتب داری و ادیبی مشغول بودے و بشش قلم خط نوشتے
بت و ہنر شعر و علم معما در روزگار خود نظیر نداشت و رنگ آمیزی کاغذ و سیاہی
نشان و تذہیب حق او بودہ و درین علوم رسائل دارد و در انشا و تالیف
یر ذلک صاحب فن بودہ و اولاد اکابر در مکتب او متعلم بودہ اند، و عجب تجربہ
بارک یافتہ اند، و مولنا عبدالحیٔ کہ در خط سیاق و دبیری سرآمدہ است
نا یمی بودہ"[۱]

یسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، فن خوشنویسی کے ساتھ شعر و شاعری کا
ے، غالباً مولنا کاتبی نے بھی ان کی صحبت[۲] یا اس زمانہ کے عام شاعرانہ رجحان
وچہ مین قدم رکھا، اور غزل گوئی کو خاص طور پر اپنے دل و دماغ کا جولانگاہ بنایا،
ستاد اپنے ہونہار شاگرد کے فضل و کمال کو حاسدانہ نگاہ سے دیکھنے لگا، اور
مادہ ہوگیا، اوستاد اور شاگرد دونون شاعر اور خوشنویس تھے، اس لئے صاف
کہ باہم کس فن مین رشک و حسد پیدا ہوا، البتہ کاتبی کے بعض اشعار سے اشارہ
بت فن شعر کی بدولت پیدا ہوئی، چنانچہ وہ اشعار یہ ہین :-

ن شہر نیشاپور سیمی چو اشعار ملیح کاتبی دید،

سمرقندی ص ۲۱۲ [۲] تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ شاعری مین ان کے شاگرد نہ تھے بلکہ انشفتہ
ناگرد دکھا ہی

بمشہد رفت و بر نام خودش بست نمک خورد و نمکدان را بدزدید

لیکن مولانا کاتبی کی شرافت اور حسن ادب نے اس نزاع نے کوئی ناگوار صورت اختیار نہین کی، بلکہ مولینا کاتبی نے اس کو دیکھکر نہایت شریفانہ طور پر مولینا سیمی سے علحدگی اختیار کرلی، اور دار السلطنت ہرات مین چلے آئے، اوریہان نہایت عامیانہ زندگی بسر کرنے لگے، اور شعر و شاعری کو اپنا مستقل مشغلہ بنالیا، اس وقت ہرات کا فرمانروا سلطان بایسنغر تھا، جو ارباب کمال بالخصوص فنون لطیفہ کا بڑا قدر دان تھا، چنانچہ دولت شاہ اوس کے ضمنی تذکرے مین لکھتا ہے :-

"و در ہنر پروری و ہنرمندی شہرۂ اقالیم شد، و خط و شعر در روزگار او رواج یافت و ہنرمندان و فضلا بآوازۂ او از اطراف و اکناف روے بخدمتش آوردند ہنرمندان را عنایتہا کردے و شعرا را دوست داشتے، و در تجمل کوشیدے و ندیمان و جلیسان باظرافت داشتے و از سلاطین روزگار بعد از خسرو پرویز چون بایسنغر سلطان کسے بعشرت و تجمل معاش نہ کردہ، و شعر ترکی و فارسی را نیکو گفتے، و فہمیدے و بشش قلم خط نوشتے، و این تخلص مرزا بایسنغر راست"

گدائے کوے تو شد بایسنغر گدائے کوے خوبان بادشاہ است[۱]

اسکی ہنر پروری کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ اس کے دربار مین خواجہ یوسف اندکانی ایک مشہور مطرب تھے، سلطان ابراہیم بن شاہرخ نے متعدد بار سلطان بایسنغر سے ان کو طلب کیا، لیکن سلطان نے انکار کیا، ایک بار سلطان ابراہیم نے ایک لاکھ دینار نقد بھیجدیئے، کہ اس کے عوض میں خواجہ یوسف کو بھیجدو، لیکن سلطان کی بلند ہمتی نے اس کو گوارا نہین کیا، اوس نے اپنے بھائی کے جواب مین یہ شعر لکھ کر بھیجدیا،

---

[۱] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ص ۳۵۰،

مایوسفِ خود نمی فروشیم   تو سیم سیاہ خود نگہ دار[1]

...یفہ کی اس قدردانی کی وجہ سے اس دور کے بہت سے مشہور شعراء اوس کے دربار
...انچہ دولت شاہ لکھتا ہے :-

...ے کہ در روزگار شاہرخ سلطان بملازمت بایسنغر بہادر سے بودہ اند بابا سودائی آست
...وسف امیری و امیر شاہی سبزواری و مولانا کاتبی ترشیزی، و امیر یمین الدین نزدی لابا
...فتہ[2]

...دانی محض تفریحی حیثیت نہین رکھتی تھی، بلکہ اوس کے دربار مین شعراء کو شاعری
...قع بھی ملتا تھا، کیونکہ سلطان بایسنغر کی عادت یہ تھی، کہ اپنے دربار کے شعراء سے
...ر قصائد پر قصیدے لکھواتا تھا، اور اس طرح ان کے زورِ طبع کا امتحان کرتا تھا،
...ایک مشہور شاعر فرید احول نے رات اور ستارون کے متعلق ایک قصیدہ لکھا

...مواج این دریائے دولابی   فرو شد زورقِ زرین بر آمد طشتِ سیمابی

...ت پر زور قصیدہ تھا جس کی نسبت دولت شاہ نے لکھا ہے کہ
...م وصفتِ طلوع نیّر اعظم در آخر قصیدہ بیان می کند، در چرخیات دردین
...ارد۔

...وس کو ایک ہفتہ مین لکھا تھا، اور اس زود نویسی پر اوس کو ناز تھا، چنانچہ

...صفاہان فرید این شعر انشا کرد   عجائب داشت طبع او ازین تیزی و انشائی

...مرقندی ص ۳۵۱، [2] ،،

سلطان بایسنغر نے باباسودائی کو اس قصیدہ کے جواب لکھنے کا حکم دیا، اور انھون نے ایک گھنٹے مین اسّی شعر کا ایک قصیدہ اوس کے جواب مین لکھدیا، چنانچہ خود کہتے ہین :-

بیک ساعت بگفت این شعر بابا ور دو سودائی   فرید اندر سپاہان گرچہ گفت آن را باستابی

دولت شاہ کو اگرچہ اس زود نویسی کا یقین نہین آتا، تاہم اس مین اس کو بھی شبہہ نہین، کہ اونھون نے اس قصیدے کو تھوڑی سی مدت مین لکھا تھا[1] اسی عادت کے مطابق سلطان نے مولانا کاتبی کو بھی خلاق المعانی کمال الدین اسمٰعیل اصفہانی کے ایک قصیدے کے جواب لکھنے کا حکم دیا، جس کا مطلع یہ تھا،

سزد کہ تاجور آید ببوستان نرگس   کہ ہست در چمن و باغ مرزبان نرگس

مولانا کاتبی نے اس قصیدہ کے جواب مین ایک نہایت سیرحاصل قصیدہ لکھا، جس کی نسبت دولت شاہ کا بیان ہو کہ

"او جواب کمال را در حد کمال بیان کردہ،،

لیکن مولانا کاتبی کے ہمسرون نے رشک و حسد سے ان کے قصیدے کی بالکل قدر نہین کی اسلئے اونھون نے کبیدہ خاطر ہو کر ظہیر کے ان اشعار سے اپنے دل کو تسلی دی،

ہنر نہفتہ چو عنقا بماند ز انکہ نماند   کسیکہ باز شناسد ہمائے را از خاد
ہزار بیت بگفتم کہ آب ازان بچکید   کہ جز ز دیدہ دگر آبم از کسے نکشاد
ہزار دامن گوہر نثار شان کردم   کہ ہیچ کس شبہے در کنار من ننہاد

اور ہرات سے نکل کر پہلے استرآباد اور گیلان آئے، پھر وہان سے دار السلطنت شروان کا رُخ کیا، اور وہان شاہزادہ اعظم امیر شیخ ابراہیم شروانی نے ان کی بڑی قدر دانی کی، اور ایک

[1] دولت شاہ سمرقندی ص ۱۷۱،

...ملہ مین جس کی ردیف گل ہے، دس ہزار دینار شروانی عطا فرمائے، یہ دولت شاہ کا بیان ہے،
...لام علی آزاد بلگرامی نے ید بیضا مین لکھا ہے، کہ جب مولنا کاتبی نے کمال کے قصیدہ کا جواب
...نغر کی خدمت مین گذرانا تو حاسدون کی دراندازی سے خود میرزا نے اسکی طرف بالکل توجہ
...سکی ہنسی اوڑائی، اسلئے مولانا کاتبی نے ناراض ہو کر شروان کا رُخ کیا، اور امیر ابراہیم کی
...ردیف کا قصیدہ لکھکر پیش کیا، جس کے صلہ مین اوس نے دس ہزار دینار دیئے، بہر حال
...لنا کاتبی نے نسبۃً ہرات سے زیادہ کامیاب زندگی بسر کی، اور جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا
...لکھا ہے، وہان بہت دنون تک قیام پذیر رہے، لیکن اس زمانہ کے مذاق کے مطابق
...ن عرانہ معرکہ آرائیون سے سابقہ پڑا، اور مولنا بدر شروانی سے جو شروان اور مضافات
...ے پایہ کے شاعر خیال کئے جاتے تھے، مقابلہ کرنا پڑا جس کی اہمیت کا اندازہ کاتبی کے اس
...ہے، جو اونھون نے مولانا بدر شروانی کی شان مین لکھا ہی،

...اتبی دارم اے بدر اما، محمد رسید اسم از آسمانم،
...م باشد محمد تو بدری بانگشت سبابات بردرانم،

...اتبی اور بدر کی اس معاصرانہ چشمک نے دو فریق پیدا کر دیئے، ایک فریق مولانا بدر
...کاتبی پر ترجیح دیتا تھا، لیکن اہل سمرقند مولینا کاتبی کو ترجیح دیتے تھے،[1]
...ین بہت دنون تک قیام پذیر رہنے کے بعد مولینا کاتبی آذربائیجان مین چلے آئے[2]
...اسکندر بن قرا یوسف تھا، جو جال غاز قرد کی ایک صحرا نشین ترکمان قوم سے تھا
...ران سے تعلق نہین رکھتا تھا،
...تبی نے حسب دستور اوس کی مدح مین بھی ایک عمدہ قصیدہ لکھکر پیش کیا، لیکن ایک

...شاہ سمرقندی ص ۴۰۲-۴۰۸، ۳ تذکرہ مولنا بدر،

غیر متمدن صحرا نشین شخص مولانا کاتبی کی شاعری کا کیونکر قدر دان ہو سکتا تھا، اوس نے ان کی طرف مطلق توجہ نہین کی، اور قصیدے کا کچھ صلہ نہین دیا، مولنا کاتبی کو اس ناقدر دانی سے نہایت رنج ہوا، اور وہ اسکی ہجو مین یہ قطعہ لکھکر

زن د فرزند ترکمان راگناو ہچو مادر سکندر بدرائے،
آنچہ ناگادہ ماندہ بود از وے داد گاون بلشکر چغتائے،

اصفہان چلے آئے، اور وہان خواجہ صاین الدین ترکہ علیہ الرحمہ کی خدمت مین حاضر ہو کر ان کے سامنے علم تصوف کے بہت سے رسالے پیش کئے، اور ان کے فیضِ صحبت سے دنیا و مافیہا سے بالکل قطع تعلق کر لیا، اس کے بعد اصفہان سے خواجہ صاین الدین علیہ الرحمہ کی اجازت لیکر عراق عجم سے طبرستان اور مازندران مین چلے آئے، اور استرآباد مین اقامت اختیار کی، اور بالکل گوشہ نشین ہو گئے، باانیمہ فرصت کے اوقات مین نظامی کے خمسہ کا جواب بھی لکھتے رہے، لیکن استرآباد کا سفر مولانا کاتبی کا آخری سفر تھا، جس کے بعد ان کو سفر آخرت کے لئے کمربستہ ہونا پڑا، چنانچہ ۸۳۹ھ مین یہان سخت طاعون پھیلا، جسکی شدت کا بیان خود مولنا کاتبی نے ایک قطعہ مین کیا ہے،

زآتش قہرِ باگر دید ناگاہان خراب استرآبادے کہ خاکش بود خوشبوتر ز مشک
واندر وازپیر و برنا ہیچ تن باقی نماند آتش اندر بیشہ چون افتد نہ تر ماند نہ خشک

اسی آگ کے شعلون کی لپٹ نے مولینا کاتبی کے خرمنِ حیات کو بھی پھونک دیا، اور انھون نے ۸۳۹ھ مین وفات پائی، اور یہین امام زادہ معصوم کے مزارِ مبارک کے باہر جو "گنبد گوران" کے نام سے مشہور ہے، دفن ہوئے،

اخلاق و عادات | مولینا کاتبی کے اخلاق و عادات مین سب سے زیادہ نمایان چیز، سادگی، بے تکلفی، خاکساری، خودداری، اور فیاضی ہی، وہ اوّل اوّل مولینا یمی کی عداوت کی وجہ سے نیشاپور سے نکلے،

چکے تھے، کہ بڑے بڑے دربارون مین ان کی رسائی ہوسکتی تھی، لیکن اونھون نے
ور خاکساری سے مناصب جلیلہ کی کچھ پروانہ کی، اور نہایت وارستہ مزاجی کیساتھ
سے پھرے، چنانچہ دولت شاہ لکھتا ہے:-

آنجا کہ شیوۂ ابناے روزگار است بر ذرگار او حاسد شدہ، بر دل گران
وت او برخاست، مولانا کاتبی بفراست آن گرانی را دریافت، از نیشاپور
ت ہرات نمود، وہموارہ بے تعین و تکلف گردیدے، و بشعر و شاعری مشغول
ستحقاق تصدر داشت اما درصف نعال ظرفا بسری برد"

کساری دار السلطنت ہرات مین پہونچکر جب اونھون نے سلطان بایسنغر مرزا
لمعانی کمال اسماعیل اصفہانی کے قصیدہ پر قصیدہ لکھا، اور حاسدون کی درازدستی
نے اس قصیدہ کی داد نہ دی، تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے نہایت
در ہرات کو چھوڑ کر دار السلطنت شروان مین پہونچے، اور شاہزادہ اعظم
ن کے دربار مین رسائی حاصل کی، اور اوس نے ان کی نہایت قدردانی کی؛
یا، لیکن مولینا کاتبی چونکہ نہایت فیاض واقع ہوئے تھے، اس لیے یہان
ملتا تھا، چند دنون مین سب صرف کرڈالتے تھے،[1]
ن نے ایک قصیدہ کے صلہ مین ان کو دس ہزار دینار عطا فرمائے لیکن انھون
ن کاروان سراے شماخی مین اس رقم کو فقرا صلحا را ور شعرا و ظرفا پر صرف
نے اس مین سے کچھ رقم چرا بھی لی، ایک بار انھون نے خادم کو حکم دیا،
م الشان دعوت کا سامان کرے، لیکن ایک من آٹے کی قیمت تک جو

کے متعلق لکھا ہے، کہ "درامر دنیا بسیار لاابالی"

نہ تھی، باورچی نے اسکی اطلاع دی، تو اوس کے متعلق انھون نے یہ قطعہ لکھا:

مطبخی را وی طلب کردم کہ بغراقی بزد ۔۔۔ تا شود زآن آتش کار ما وہمان ساختہ
گفت ہم وہیمہ گر یابم کہ خواہد داد آرد؟ ۔۔۔ گفتم آن کو آسیاے چرخ گردان ساختہ[1]

جس سے ان کے توکل و استغنا، کا اندازہ ہوتا ہے،

بعض احباب نے ان کو ملامت کی، کہ "ابھی ابھی بادشاہ نے آپ کو دس ہزار دینار عطا فرمائے ہین، اور آپ کے پاس ایک من آٹے کی قیمت بھی نہین ہے، ایسا نہ ہو کہ بادشاہ آپ سے بدظن ہوجائے" مولنا کاتبی نے جواب دیا، کہ "اگر مین بادشاہ کا خزانچی ہون، اور یہ مال میری تحویل مین ہے، تو مین بادشاہ کو اس کا حساب دیدون گا، ورنہ اگر اوس نے مجھ پر احسان کیا ہے، تو مین صرف ایک تنہا شخص تھا، لیکن مین نے ہزارون آدمیون پر اوس مال کو تقسیم کردیا، اگر بادشاہ اپنے اس احسان کو واپس لینا چاہے گا، تو مین اوس شخص کا حوالہ دیدونگا، جس نے مستحقین کو میرا پتہ دیا" اسکے بعد احباب کو مخاطب کرکے یہ قطعہ پڑھا،

زر از براے خرج کند سکہ دار بہین ۔۔۔ بدبخت مردکے کہ زر اگرد میکند

اور کہا کہ "اے دوستو! تم شروان شاہ کے خزانے کا غم نہ کھاؤ، کہ وہ اتنی رقم کے خرچ کردینے سے خالی نہ ہوگا، اور میری فکر بھی نہ کرو، اور میری مفلسی پر کبیدہ خاطر نہ ہو، کہ معانی کے خزانے میرے

---

[1] دیوان مین پورا قطعہ حسب ذیل ہے:-

مطبخی رادی طلب کردم کہ بغراقی بزد ۔۔۔ تا شود زان آتش کار ما وہمان ساختہ
گفت در چشمم نمی آید بمطبخ ہیچ چیز ۔۔۔ غیر آب دیدہ کش جاری غم نان ساختہ
گفتم از یاران ما جو ہیمہ دہم و دقیق ۔۔۔ زان کہ ہستت کار خوان سفرۂ ایشان ساختہ
گفت ہم ہیمہ گر یابم کہ خواہد داد آرد؟ ۔۔۔ گفت آنکین آسیاے چرخ گردان ساختہ

ت کا سرمایہ کبھی ختم نہ ہوگا"

ے مولانا کاتبی نے ہمیشہ غربت و افلاس مین زندگی گذاری انسائیکلوپیڈیا

زندگی غربت مین گذاری جس کی وجہ یہ تھی، کہ وہ بڑے فیاض تھے، اور

ستون سے جو کچھ ملتا تھا، چند دنون مین خرچ کردیتے تھے"

فلاس کی وجہ سے بعض اوقات لب قناعت کی مہر سکوت ٹوٹ جاتی

ل آجاتا تھا،

من نداری آگہی | چون نباشد از تو ہر دم نالہ و افغان مرا
د ہی یک جامہ‌ام | مانیم گردون کہ روزے بس بود یکنان مرا

تصنیفات کا اکثر حصہ نظم مین ہے، لیکن نثر میں بھی ان کے چند رسالے

شاہ نے ان الفاظ مین کیا ہے،:-

اصفہان نمود و بصحبت شریف مفخر الفضلا و المحققین خواجہ صاین الدین

شد و در علم تصوف پیش خواجہ رسالہا گذرانید و تربیتہا یافت"

کا نام سی نامہ ہے، جو ان کے ۳۰ مکاتیب کا مجموعہ ہے، اور اس مین

افسوس ہے کہ یہ رسالے ہمارے پاس موجود نہین ہین، اس لئے ہم

ے کوئی تبصرہ نہین کر سکتے، البتہ انھون نے مثنوی مجمع البحرین کے

ا ہے جس سے ان کی انشا پردازی اور عبارت آرائی کا اندازہ ہوتا

ے کے بعض اقتباسات نقل کرتے ہین،:-

ذکر کاتبی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"بالحول والقوۃ" مدام از حضرت مبلغ الہام متکلم بر دوام تعالی شانہ جواہر زواہر صلوات و یواقیت مواقیت تحیات نثار روزگار سخن گذارے باد کہ بیان مصحح انا افصح و کلام منظم اوتیت جوامع الکلم اجناس سپاس ذات پاک را بر طبق ما عرفناک و نسق سبق نبعی احماد بر ورق اگرچہ در مظاہر اسرار افکار فضلاے بلاغت دثار و شعراے فصاحت شعار از جیب و گریبان روزگار ید بیضاے موسوی نمودہ و با قلام اختراع و ارقام اصطناع بر صحائف لطائف معنوی صورہاے معنوی کشودہ اند"

جس سے معلوم ہوگا، کہ اس دور مین مسجع و مقفی نثر نگاری کا جو عام رواج ہو گیا تھا، اوس مین وہ اپنے حریفون سے پیچھے نہ تھے،

نظم مین ان کا جو کلام ان کے قلمی کلیات مین ہمارے سامنے موجود ہے، ان مین متعدد مثنویان ہین جن کے نام یہ ہین،

خمسہ: اوپر گذر چکا ہے کہ استرآباد کے زمانۂ قیام مین مولنا کاتبی نے خمسۂ نظامی کا جواب لکھنا شروع کیا تھا، اور دولت شاہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مخزن الاسرار کے اکثر حصہ کا جواب لکھ چکے تھے، جس کو اکابر نہایت پسند کرتے تھے، لیکن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین ہے، کہ وہ صرف گلشن ابرار (جو مخزن الاسرار کا جواب ہے) اور لیلی مجنون کی تکمیل کر سکے، اور لیلی مجنون کا ایک نسخہ سینٹ پیٹرسبرگ میں ہے" اس کی نسبت مسٹر براؤن لکھتے ہین، کہ

"اخیر زندگی میں انھون نے خمسہ لکھنا شروع کیا، جس مین انھون نے تصنع و آرایش کو راہ دیا، اسی وجہ سے وہ اوس کو پورا نہ کر سکے"

:۔ دو مختلف وزن، اور دو مختلف قافیون مین ایک رزمیہ نظم ہے،

:۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین ہے، کہ اس مین دو شخص ناظر و منظور کی
صوفیانہ محبت کا ذکر ہے،

:۔ مسٹر براؤن اسکی نسبت لکھتے ہین کہ "اسکو انھون نے نئے نئے صنائع مین
لکھا ہے، مثلاً ذوالبحرین، ذوقافیتین، اور اسی قسم کے دوسرے صنائع'

:۔ مسٹر براؤن نے اس کا نام لیا ہے،

:۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین ہے، کہ اس میں مجازی طور پر شاہ مین
قی دادر اوس کے وزیر کی تاریخ ہے، اور اوس مین تراکیب کی فراوانی ہے

:۔ اخلاقی اور عشقیہ شاعری مین ہے،

:۔ مسٹر براؤن کے پاس مولنا کاتبی کے دیوان کا ایک قدیم نسخہ تھا، جو کاتبی
کی وفات کے بعد ۹۲۳ھ مین لکھا گیا ہے، اس مین تین ہزار اشعار
ہین، جو غزلیات، قطعات، اور متفرقات پر مشتمل ہین، اور متفرقات
مین زیادہ تر ان کی زندگی کے حالات ہین،

ن کا مجموعہ کلیات کی صورت مین ہمارے سامنے ہے،

سے معلوم ہوتا ہے کہ بہرام اور گل اندام الگ الگ دو مثنویاں ہیں،

شعرالعجم (حصہ دوم)

ن کا تذکرہ (خواجہ فریدالدین عطار سے حافظ اور ابن یمین تک) مع تنقید

اورنگزیب کی تاریخ کا ایک غیر معروف ماخذ

مثنوی آشوب ہندوستان

از جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڈھی

" مندرجہ ذیل مقالہ میرے اس انگریزی مقالہ کا ترجمہ ہے جو آل انڈیا اورنٹیل کانفرنس کے اجلاس نہم منعقدہ ۲۵ ر دسمبر ۱۹۳۷ء بمقام ٹریونیڈرم (ٹراونکور) کے شعبۂ تاریخی میں پڑھا گیا تھا:

"اختر"

تمام دنیا کے سلاطین اور فرماں رواؤں میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے متعلق جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، شاید ہی کسی اور بادشاہ کی نسبت لکھی گئی ہوں گی، تاریخ اورنگزیب کے متعدد مآخذ نکلتے چلے آتے ہیں اور ان میں آئے دن ایک نہ ایک اضافہ ہوتا رہتا ہے، اسی سلسلہ میں ہم تاریخ اورنگزیب کے ایک ایسے ماخذ کو پیش کر رہے ہیں جس کے موجود و محفوظ ہونے کا اگرچہ ہمیں علم ہے، لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے معاصر مورخین میں سے کسی نے اس کو تاریخی ماخذ کی حیثیت سے استعمال نہیں کیا، اور نہ تاریخ عالمگیر کی موجودہ فہرست مآخذ میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے[1]، یہ ایک فارسی

---

[1] اورنگزیب کی تاریخ کے تقریباً تمام فارسی مآخذ کے نام سر جدو ناتھ سرکار کی تاریخ اورنگزیب اور پروفیسر نجیب اشرف کے مقدمۂ رقعات عالمگیر میں دیئے گئے ہیں، جن میں اس مثنوی کا نام نہیں پایا جاتا،

ندوستان ہے جس پر آیندہ سطور میں تبصرہ کرنا مقصود ہے،
کتاب کے قلمی نسخے ہندوستان اور یورپ کے کتب[1] خانوں میں
عجائب خانۂ برطانوی کے کتب خانہ میں ع ۲۶۲۳۵ پر اس کا ایک
، جس کا ذکر ڈاکٹر ریو (Riu) نے اپنی فہرست مخطوطات فارسی[2]
ں یا ۱۲۰ صفحات اور ۵½ × ۱۰ کی تقطیع کا ہے، جس کے ہر صفحہ پر ۱۸ شعر لکھے ہوئے
جس کی نسبت اٹھارہویں صدی کی تحریر ہونے کا قیاس کیا گیا ہے،
تب خانہ میں اس کا ایک اور قلمی نسخہ موجود ہے، اس کا ایک نامکمل مخطوطہ آکسفورڈ[3]
محفوظ ہے، ان دو مکمل اور ایک ناقص نسخوں کے علاوہ ایک چوتھا مخطوطہ حال
ت[4] کو ہاتھ لگا ہے، جس پر ہمیں اپنے اس مضمون میں تبصرہ کرنا ہے،
کے تعجب ہوتا ہے کہ اس قدر نایاب ہونے کے باوجود اس مثنوی کے دو مطبوعہ
سے ایک مطبوعہ سنہ ۱۳۰۱ھ کتب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد) کے شعبۂ تاریخ فارسی
مصنف کا نام "بہشتی شیرازی" بتایا گیا ہے، اور دوسرا نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۸۸۳ء
ں میں بتایا جاتا ہے[5] یہ دونوں مطبوعہ نسخے ایک ہی اشاعت کے معلوم ہوتے
وی سنہ ایک دوسرے سے مطابق پائے جاتے ہیں،

پور، ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ)، بوہار، رامپور، علی گڑھ، پشاور، پنجاب یونیورسٹی،
ب سوسائٹی (بمبئی) اور یورپ کے انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کے کتب خانوں
خطوطہ موجود نہیں ہے،
۶-۶۰۹ [3] جناب عبد الرحمٰن خاں صاحب پٹھان (علیگ) ناظم مسا
گڑھ [4] فہرست کتب خانۂ آصفیہ جلد ۱ ص ۲۵۲،
ں جا کر ہم نے اس مطبوعہ نسخہ کی تلاش کی، مگر وہ وہاں سے غائب تھا، اسی طرح
وہ ہمیں نہ ملا،

ہمارا مخطوطہ | یہ چھوٹی سی جلد ۵ × ۸ کی تقطیع پر ۸۷ اوراق یا ۱۷۴ صفحات کی کتاب ہے، ہر صفحہ میں ۱۵ اشعار ہیں، کل اشعار کی تعداد ۲۵۷۰ (دو ہزار پانچ سو ستر) ہے، ہر صفحہ پر سیاہ و سرخ لکیروں کی جدولیں ہیں، عنوانات تمام تر سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں، کتاب خوش خط اور نستعلیق ہے، خط بہت پختہ اور صاف ہے، بعض اشعار میں الفاظ کو کاٹ کر حاشیہ پر ان کی تصحیح کی گئی ہے، غالباً مالک کتاب یا کسی پڑھنے والے نے کسی دوسرے نسخے سے اس کی تطبیق کر کے تصحیح کی ہوگی، ہر صفحہ کے آخر میں آیندہ صفحہ کا ایک لفظ لکھ دیا گیا ہے، صفحات کا نشان نہیں دیا گیا، کتاب کا نام سرورق، اول یا آخر کتاب میں نہیں لکھا گیا، بلکہ مثنوی کے اس آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے،

شد ایں نامہ از ہمتِ دوستاں ... مسمّیٰ بآشوب ہندوستاں،

تاریخِ کتابت اور کاتب کا نام عبارت مندرجۂ ذیل سے معلوم ہوتے ہیں جو آخر کتاب میں درج ہے:-

"کاتب الحروف محمد حسین بیست و ششم شہر رجب المرجب سنہ ۱۰۹۷ھ تحریر یافت"

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا، لیکن یہ سنہ ۱۰۶۸ھ اور سنہ ۱۰۷۵ھ کے مابین لکھی گئی ہے، جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ تصنیفِ کتاب کے صرف ۲۸ برس بعد لکھا گیا ہے،

آخر کتاب میں حاشیہ پر لکھا ہے "ایں کتاب دولہ رائے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ دولہ رائے کی ملکیت میں تھا جو جونا گڑھ کے ایک ذی علم برہمن، چھتری اور دیسائیوں کے خاندان سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے گذرے ہیں،

مصنف | اس مثنوی کے مصنف کا کوئی حال معلوم نہ ہو سکا، سوائے اس کے کہ اس کا تخلص "بہشتی" تھا جو اس کتاب میں مندرجۂ ذیل تین اشعار میں پایا جاتا ہے:-

اخوان تست ، گیاہی ضعیفی زبستانِ تست
صفاتش بیاں   چو تیغش زپولاد باید زباں
دحِ امامِ زمن   چو صاحب سخن کردستم سخن

سی شعراء کے تذکروں میں بھی اس کا کہیں پتہ نہ مل سکا، مطبوعہ نسخہ
قدر معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ایرانی الاصل اور شیراز کا رہنے والا تھا،
ی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کے اشعار ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:۔

یار ادلیل   نبی را وصی و خدا را وکیل
ن اثنا عشر   مرا ساز نخل بیاں بارور

علوم ہوتا ہے کہ بہشتی شہزادہ مراد بخش کا درباری شاعر تھا اور
عا کرتا تھا، چنانچہ اس مثنوی میں ایک جگہ کہتا ہے:۔

دہ فرصتم   کہ از فکر بیہودہ در زحمتم
ون سرورم   زخود کرد لطفش ثنا گسترم

ت حسیناں" سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غزلیات بھی لکھتا تھا، جو
ے مشغلہ رہا ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اس نے
کار چھوڑی ہے جس کا ایک قلمی نسخہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے،
ں سرمستی میں رہ کر بہشتی اپنے آقائے ولی نعمت کی مدح و ثنا میں طب اللسان
"مراد جہاں" کے لقب سے یاد کرتا ہے، اور کبھی "مراد دو عالم" لکھکر

ی ستاں   پناہ شہی چوں مراد جہاں

جیسا کہ مثنوی لکھنے والوں کا عام دستور ہے، مصنف نے کتاب کے شروع میں مراد کی مدح کا خاص عنوان قائم کرکے، اپنے دیگر ہم پیشہ مدح سراؤں کی طرح اس کی جا و بیجا مدح و ستائش کی ہے، چنانچہ مراد بخش کی "مذہبیت" سے متعلق مصنف ہمیں صرف پہلی مرتبہ روشناس کراتا ہے:۔

زعصیاں گریزاں زطاعت قریں   بود بے سخن شاہ دنیا و دیں
دلش غنچۂ گلشنِ معرفت   زشاہاں ندارد کسی ایں صفت
شب و روز بر سنتِ مصطفےٰ   بہر کار شرعش بود رہنما
چناں شرع دارد بعہدش رواج   زادیانِ باطل ستاند خراج

لیکن تاریخ سے اس کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ اس کے برعکس ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے، کہ مراد ایک سپاہی منش اور سرکش طبیعت کا آدمی تھا، وہ عیش و عشرت کا طالب اور زیادہ تر اپنا وقت عیش پرستی اور لہو و لعب میں گزارتا تھا، اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ سنت نبوی کا پیرو اور احکام شریعت کا پابند تھا، اس کو سوائے شاعرانہ مبالغہ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے،

خود مصنف کا بیان ہے کہ اس نے اپنے آقائے ولی نعمت کے حالات میں ایک قرن (غالباً دس سال) کے اندر کئی چیزیں تصنیف کی تھیں، اور کہ "آشوب ہند" اسکی پہلی تصنیف نہیں ہے:۔

زاحوالِ آں قبلۂ راستاں   زیک قرن گفتم بسی داستاں
کنوں فکر تصنیف دیگر کنم   زآشوب گیتی سخن سر کنم

تمام لڑائیاں اور دیگر واقعات جو شاہجہاں کے چاروں شہزادوں کے مابین تخت دہلی کے حصول کے لئے رونما ہوئے، اُن کی نسبت مصنف کا دعویٰ ہے کہ وہ سب اس کے

شاہنامہ سے اپنی مثنوی کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ اپنے تئیں فردوسی پر ترجیح
نے اپنے مشاہیر کے کارناموں اور لڑائیوں کا بیان اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر

فردوسیٔ خوش کلام | کہ بادش زیزداں درود و سلام
شاہنامہ نا دیدہ گفت | بجاے گہر طبعش الماس سُفت
بہارا ہمہ دیدہ ام | زکس ہمچو افسانہ نشنیدہ ام
ربت شیریں تر است | ولی صدق را نشأۂ دیگر است

بعض اشارات ایسے پائے جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف گجرات
ولاً یہ امر یقینی ہے کہ وہ مراد کا درباری شاعر تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ اس
میں تھا، جہاں اسنے "مروّج الدین" کا لقب اختیار کرکے تخت نشینی کی
یا وہ علامہ طوسی (خواجہ نصیر الدین) کی ایک پیشین گوئی کا ذکر کرتے ہوئے
سے کچھ لوگ حج کو گئے تھے، وہ اسی سال واپس آئے، چنانچہ ان کی
، وغیرہ، ان دونوں باتوں سے ثابت ہوتا ہی، کہ اگرچہ احمد آباد میں
نہ رہا ہو، لیکن وہ کم از کم اتنے عرصہ تک وہاں مقیم رہا ہوگا، جب تک
س گجرات میں تھا،

مثنوی کی تاریخ تصنیف کا ذکر متن کتاب میں کہیں نہیں ملتا، البتہ بعض
س میں بیان کئے گئے ہیں ان کی بنا پر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب
کے مابین لکھی گئی ہوگی، اولاً یہ کہ مراد کی وفات کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا
کے گوالیار کے قلعہ میں بھیج دینے کا حال درج ہے، جو ۴ر شوال ۱۰۶۸ھ

کو واقع ہوا، ثانیاً کتاب کے آخر میں دارا شکوہ کی گرفتاری اور اس کے قتل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جو ۲۱ ر ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو پیش آیا، ان قرائن کی بنا پر ۱۰۶۹ھ یا ۱۰۷۰ھ کو اس کتاب کی تاریخ تصنیف سمجھنا چاہئے، یعنی مراد کی وفات سے بہت پہلے اور دارا کے قتل کے فوراً بعد،

فہرست مضامین | موجودہ نسخہ میں سرخ روشنائی سے حسب ذیل عنوانات قائم کئے گئے ہیں، جن کو ہم علی الترتیب یہاں نقل کرتے ہیں:-

(۱) دیباچہ، حمد و نعت و منقبت،

(۲) در مدح سلطان شاہجہاں (یعنی مراد)

(۳) در مدح شاہجہاں و بخش کردن ولایت بچہار فرزندانِ خود،

(۴) گفتار اندر احداث مرض بہ بدن مبارک شاہجہاں،

(۵) در تدبیر ساختن دارا شکوہ برزم شجاع و فرستادن پور خود، برزم شجاع بطرف بنگالہ،

(۶) حکایت در تمثیل،

(۷) آگاہی یافتن سلطان مراد بخش از مرض شاہجہاں بادشاہ و کشتن علی نقی وزیر خود را،

(۸) بیان تسخیر قلعۂ ارک بہ بندر مبارک (سورت) و بدست آمدنِ مال بسیار از تدبیر شاہ باز،

(۹) گفتار اندر جلوس فرمودن مراد بخش در صوبہ گجرات،

(۱۰) فرستادن دارا شکوہ پور خود را بدفع شاہ شجاع و منصور گردیدن سلیمان شکوہ و ہزیمت شاہ شجاع مرتبہ اول،

...کر کشیدن سلطان مراد بخش از احمد آباد بصوب اجین و دیدن سلطان اورنگزیب،
...ار اندر بزم کردن اورنگزیب و مراد بخش،
...صاف انداختن اورنگزیب و سلطان مراد بخش بمقابلۂ مہاراجہ جسونت سنگھ
...یافتن او،
...کر کشیدن ہر دو شہزادہ بطرف اکبر آباد براہ سما نگر دھولپور (دھو گڑھ)
...فر گشتن سلطان مراد بخش و اورنگزیب و شکست دارا،
...توح شدن قلعۂ ارک اکبر آباد و مقید شدن مراد بخش بدست اورنگزیب،
...یت دارا شکوہ از لاہور بموجب نامہائے کید کہ بامرائے دارا شکوہ رسیدہ
...آخر بدگمان شدہ مرتبۂ دویم گریخت،
...یت شاہ شجاع و فتح اورنگزیب و رخصت شدن لشکر،
...کشیدن دارا شکوہ از احمد آباد بطرف اجمیر بہ تدبیر مہاراجہ و آخر الامر شکست
...رتبۂ سیوم گریختن و بدست جیون زمیندار لاہور مقید گردیدن و آخر کشتہ شدن،
...بالا کے تحت میں مصنف نے واقعات اور ان کی تفصیلی جزئیات بیان کی
...قابل لحاظ ہے کہ اس نے ان واقعات کو بیان کرنے میں شاعرانہ مبالغہ اور
...ے کام نہیں لیا،
...عاصر ہونے کے اعتبار سے مصنف کی معلومات کچھ ذاتی واقفیت اور کچھ
...ں اور رپورٹوں پر مبنی ہیں، اور جہاں تک برادرانہ معرکہ آرائیوں کا تعلق ہے
...یخ کے مقابلہ میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے، اگرچہ واقعات مندرجہ کتاب
...زمانہ کی نیز مابعد کی تواریخ میں ملتے ہیں، تاہم مصنف کا یہ عام دعویٰ کہ یہ

تمام لڑائیاں اس کی چشمدید ہیں قابلِ قبول نہیں ہو سکتا، یہ صحیح ہے کہ وہ مراد کے دربار سے وابستہ تھا اور اس لحاظ سے مراد کیساتھ جو جو واقعات پیش آئے وہ اسکے چشمدید ہوں لیکن یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ملک کے دوسرے حصوں میں جو جو واقعات پیش آئے انکو بھی اُس نے بچشم خود دیکھا تھا؟ قدرتی طور پر یہ معلومات اسکو پرچہ نویسوں یا افواہوں اور خبروں کے ذریعہ حاصل ہوئی ہونگی، بایں ہمہ اسکے بیانات دوسری معتبر تواریخ کی مطابقت میں اکثر صحت سے قریب تر ہیں،

اورنگزیب کی نسبت رائے | مصنف مراد کا نوکر اور اس کا طرفدار تھا، اس لئے طبعاً اس کو اورنگزیب کا مخالف ہونا چاہئے، لیکن پوری کتاب میں اس نے اورنگزیب کے خلاف کچھ لکھنے سے بڑی احتیاط برتی ہے، شاہجہاں کے اپنے چاروں بیٹوں کو چار ولایات (صوبے) تقسیم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے چاروں شہزادوں کو خلفائے راشدین سے تشبیہ دی ہے:-

خلف بودش از دولتِ ذو المنن ۔۔ چو اصحاب خیر البشر چار تن
بدارا شکوہِ جہاں اقتدار ۔۔ سریرش سزاوار صدیق وار
بآئینِ فاروق سلطان شجاع ۔۔ ز خورشید رایش فروزاں شعاع
ہمی بود شہزادہ اورنگزیب ۔۔ چو عثمان سراپا حیا و شکیب
ز سلطان مراد از نکو اختری ۔۔ عیاں شوکت و صولتِ حیدری

مصنف کا اورنگزیب کو حضرت عثمانؓ سے تشبیہ دینا قابلِ لحاظ ہے، کہ اس سے ہمارے اس شیعی شاعر کا رجحان اورنگزیب کی طرف ظاہر ہوتا ہے، جس کو اس نے اس طرز نہاں کے پردہ میں چھپایا ہے، دوسری طرف وہ اپنے سرپرست مراد کو حضرت علیؓ سے مشابہت دیتے ہوئے نہ صرف اس کو دوسروں پر فضیلت بخشتا ہے، بلکہ اس طرح وہ امام ممدوح کو خراجِ فضیلت پیش کرتا ہے، بہرحال یہ مشابہت بالکل بیجا اور نامناسب ہے، اور مصنف نے اس پردہ میں اورنگزیب

نے مذہبی بغض وعناد کو چھپایا ہے، بعض اور مقامات پر بھی اس نے اورنگزیب
رگلا ہے، لیکن ایسا کرنے میں اُس نے بڑی احتیاط سے کام لیکر
ں زبانی ان خیالات کو ادا کیا ہے، صرف ایک جگہ شجاع کے سپہ سالار
لالچ دیکر اپنی طرف کر لینے پر وہ اورنگزیب کے خلاف علانیہ طور پر لکھتا ہی:۔

ستوحاتِ اورنگ زیب   بسحر و فسوں بود و مکر و فریب

اورنگ زیب کی دوربینی اور حکمت عملی کا بڑا معترف اور مداح نظر آتا ہے،

ے:۔

رنگ اورنگ شاہ   کہ از کودکی دادہ بودش الٰہ

راد کی قید ہو جانے کا ذکر کرتے ہوئے اور مراد اور اورنگزیب کا مقابلہ کرتے
، کہ کسی بادشاہ کے چاروں طرف کئی دشمن ہوں تو اس کے لئے مکر و تدبیر
ے، چنانچہ لکھتا ہے:۔

یار باشد عدو   بہ نیرنگ و افسوں کند کار او

ہ شاہ شاہنشہی   گر از کار خود باشدش آگہی،

اند سلطاں مراد   ز انجام کارش نیارد بیاد

ہ رستم تہور نداشت   سکندر ز تختش علم بر فراشت

ہو جانے کے بعد سے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ دریائے اٹک سے
ب تمام ملک اُجاڑ اور ویران ہو گیا ہے، مصنف کے یہ اشعار اورنگزیب
ن خیز ہیں:۔

ں نیت شہریار   جہاں را کند سربسر عیش زار

بخیر است چوں نیتِ بادشاہ   چو جوہر ز پولاد روید گیاہ

مراد سے اگرچہ مصنف کو اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر کافی ہمدردی ہے، اور وہ اس کی فیاضی،
شجاعت اور مردانہ اوصاف کا بہت مداح ہے لیکن حکومت و ریاست کے لئے وہ اس کو قابل
اور موزوں نہیں سمجھتا، اس معاملہ میں وہ اورنگ زیب کی نسبت بہت بلند رائے رکھتا ہی،

دارا کے طرف دار مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے اورنگزیب
مراد کو پیغام بھیجتا ہے، اور دارا کی شکست ہو جانے پر اس وسیع سلطنت کا فرماں روا بنانے
کا وعدہ کرتا ہے، پیغام ملتے ہی مراد احمد آباد سے روانہ ہو جاتا ہے، اور دل میں یہ منصوبے گانٹھ
رہا ہے کہ دارا کے استیصال کے بعد وہ تختِ دہلی پر متمکن ہوگا:۔

گماں اینکہ دارا چو یابد شکست   بر اورنگِ دہلی بخواہد نشست

اس موقع پر مصنف ایک تجربہ کار سیاست داں کی طرح لکھتا ہے کہ

ندانست باآں ہمہ رائے و ہوش   کہ بی نیش کس را نداد ند نوش

چہ خوش گفت رندتنک مایۂ،   کہ ہر کار را ہست ہیرایۂ،

اسی سلسلہ میں مصنف مراد کے لشکر کے رذیل افسروں کی نالائقی اور بدکرداری کی
شکایت کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

بود از وزیراں دوات و قلم   ز نشہ عدل و تدبیر و فوج و حشم

چو ارکانِ دولت ار اذل بود   حق پادشہ جملہ باطل بود

بنوعی کہ بود از مراد جہاں   شود شرح آں در مجالس بیاں

جگت سنگھ کے خلاف حملہ آور ہونے اور بلخ و بدخشاں پر لشکر کشی کرنے کے لئے مصنف نے
مراد کی بڑی تعریف کی ہے، اس کے باوجود وہ اس کو "تخت زریں" پر بیٹھنے اور تاج شاہی پہننے

تا، مراد اپنے حریف اورنگزیب کے ہاتھوں کو مضبوط کرنے کا جو غیر سیاسی اقدام
اس کو اس طرح ملامت کرتا ہی:۔

سپہر بریں شاد شد — کہ فرماں دہِ احمد آباد شد،
ہنشاہ با عقل و رائے — ہمہ لطف و احسان بخلق خدائے
این نکتۂ دلپذیر — کہ کار شباں نیست تیمار شیر
ہر کس کہ بخت آور است — ہماں لائقِ تاج و تخت زر است
شیوۂ خردی — کہ دعوی گر ملک گردد قوی،

نے اس مثنوی میں بعض واقعات ایسے لکھے ہیں جو عام تاریخوں میں نہیں پائے

شکوہ کو قید کیا اس وقت اُسکی بڑی شہزادی نے ملک جیون زمیندار لاہور کے
کی رہائی کی استدعا کی مگر اس گستاخ شخص نے اُسکے نازک چہرے پر تھپڑ
کو اس نے دردناک پیرایہ اور شاعرانہ رنگ میں بیان کیا ہے:۔

تِ آں شاہ والا جناب — کہ خورشید و ماہش ندیدہ بخواب
قید دارا شنید — چو آہنگ از پردہ بیروں کشید
از شکوہ خونیں دہن — چو گل چاک چاکش بہ تن پیرہن،
کہ بر خاک افتد زباد — بداگو نہ در پائے جیون فتاد
گفتا کہ اے سنگدل — ز حق ناشناسی ست شیطاں خجل
کس کہ از مرحمت بگذرد — بدشمن کسی دوست را بسپرد
کسے بعد ازیں نگرود(؟) — رہا کن بہر جا کہ خواہد رود

مرا باز روز زینت بے شمار — بسلک کنیزانِ مطبخ درآر
مرا دخت پرویز شہ مادر است — پدر آلِ تیمور صاحب فراست
بدینساں بجانت کنیزم نسائی — ز پا بندِ زنجیر دارا کشائی
نمود آں پری ہر قدر نالہ بیش — نشد رنجہ آں دیو ز افغان خویش
زبے مہری و سنگ جانی نمود — رخے ہمچو ماہی بسیلی کبود

(۲) دارا کے قتل کے سلسلہ میں اُس نے یہ بھی لکھا ہے کہ قاتلوں نے پہلے اس کو جام زہر
پیش کیا، مگر اس نے پینے سے انکار کر دیا:۔

رساند ابتدا قاتلش جام زہر — کہ درکش بحکم شہنشاہِ دہر،
ابا کرد و گفتا مرا از نخست — بود با خدا اعتقادم درست
مسلمانم و پیر من مصطفےٰ — چو کفار جاں را سپارم چرا
شدہ سردار زندگانی دلم — بہر نوع دانی بکن بسملم،

(۳) عالمگیر نے دہلی میں رسم تخت نشینی ادا کی اسکے چوتھے روز منظر عام میں نکل کر بخشیوں سے کہا کہ فوج
میں جتنے قدیم ملازم ہوں سب برخاست کر دیئے جائیں اور انکی جگہ نئے آدمی بھرتی کئے جائیں،

چو روز چہارم گذشت از جلوس — رخ لشکر از درد شد آبنوس
برآمد چو بر منظر خاص و عام — بفرمود با بخشیانِ عظام
کہ باید سپاہ جدیدی ہمہ — شوند از قدیمی جدا چوں رمہ

ان قدیم نوکروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو شاہجہاں، دارا اور مراد کے لشکر میں تھے،

ز شاہجہان وز دارا شکوہ — ز سلطان مراد تہور پژوہ
سپہ ہر قدر ہست در ہر طرف — نمایند از نوکری بر طرف،

نی سے لوگوں میں کسقدر تہلکہ مچگیا اور ہزاروں آدمی بے روزگار ہوگئے اسکی نسبت مصنف لکھتا ہے:۔

کری دور ساخت ———— ہمہ صبحِ شاں شامِ دیجور ساخت

یشان و بی روزگار ———— نشستند چندیں ہزاراں ہزار

ب قراں ہیچ شاہ ———— نبود اینچنیں مہرباں باسپاہ

یہ دعا کرتے ہوئے کہ خدا اسکو عدل خلق اور سخاوت عطا فرمائے،

ی پر عالمگیر کو ملامت کرتا ہے:۔

دل و خلق و سخا ———— کہ آسودہ باشند خلقِ خدا

ں بود مہر زر ———— چو زر دو لتش رود بہ یک دگر

م نباید زدن ———— بہ بینم کہ آخر چہ خواہد شدن

واقعہ ہے کہ جب مراد قید ہوچکا تھا، شجاع بھاگ کھڑا ہوا تھا، اور دارا شکوہ

ب کی فوجوں کے سپاہی اورنگزیب کی فوج میں جمع ہوگئے تھے، اس واقعہ

لئے کہ کسی تاریخ سے اسکی تائید نہیں ہوتی، تاہم اگر اسکو صحیح مان لیا جائے،

انشمندانہ فعل ثابت ہوتا ہی کہ اس نے اپنے حاسدوں اور جان لیوا دشمنوں کے

ال کرا پنے تئیں خطرہ سے محفوظ کر لیا، واقعی شہنشاہ کے اس دور اندیشانہ

نی چاہئے، جو اس کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا،

ہہ سکتے ہیں کہ یہ مثنوی عالمگیر کے بھائیوں کی جنگ سے متعلق بعض جزئیات و

سے، جو مصنف کی چشمدید اور ذاتی واقفیت پر مبنی ہیں، ایک مفید اور قابلِ استعمال

ورنگزیب کے قدیم ماخذ میں ایک معاصرانہ اضافہ ہے، جو اب تک غیر معروف

ں نہیں لایا گیا،

"جہان سوز" غوری کا صحیح نام

از

جناب غلام مصطفےٰ خاں صاحب ایم، اے، ایل ایل بی (علیگ) اسسٹنٹ لکچرر، کنگ ایڈورڈ کالج، امراوتی

علاء الدین "جہاں سوز" غوری (المتوفی ۵۵۲ھ ۱۱۵۷ء) ان چند بدنصیب حکمرانوں میں سے ہے، جن کے نام ہی کے متعلق مستند و معتبر تاریخوں تک میں اختلاف ہے، اور یہ حکمراں تو ایسا ہے کہ جس کے باپ کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ اس کے باپ عزّ الدین یا اعزّ الدین کا نام بعض تاریخوں میں حسن ہی ہے، نظام التواریخ یا تاریخ بیضاوی (مرتبہ حکیم شمس اللہ صاحب قادری صفحہ ۶۲) میں یہی نام ہے اور پروفیسر براؤن نے اپنے مضمون (رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل، لندن، مورخہ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۸۵۲) میں بھی حسن ہی لکھا ہے، اور اسی صفحے کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ "اصل متن (راحت الصدور، نسخۂ پاریس) میں علاء الدین حسن بن حسین تھا لیکن میں علاء الدین حسین "جہاں سوز" ابن عزالدین حسن ہی سمجھتا ہوں"۔

ان کے علاوہ عموماً تمام تاریخوں میں علاء الدین کے باپ کا نام حسین ہی پایا جاتا ہے، اور یہی صحیح ہے جس کا ثبوت آگے پیش کیا جائے گا،

اب علاء الدین "جہاں سوز" کے نام کو ملاحظہ فرمائیے، حسب ذیل تاریخوں میں اسکا نام حسن پایا جاتا ہے:۔

مراۃ العالم (از محمد بقا سہارنپوری، ورق ۱۰۹ الف بانکی پور) نگارستان (از قاضی احمد قزوینی، صفحہ ۲۲۳ بانکی پور) جامِ جہاں نما (از مہارت خاں، ورق ۱۳۴ الف بانکی پور) منتخب التواریخ (از بدایونی، طبع کلکتہ، جلد اول صفحہ ۴۲ و ۴۳) تاریخ ابوالخیر خانی (از مسعودی کوہستانی ورق ۱۱۵ ب بانکی پور)

...شرقین نے بھی حسن ہی لکھا ہے، مثلاً:۔
...ف اسلام (جلد اول صفحہ ۵۸۶) اور بیلے کی اورینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری (صفحہ ۵۰)
...ں کے علاوہ ذیل کی تاریخوں میں حسین پایا جاتا ہے:۔
...ز حمد اللہ مستوفی، حبیب گنج) حدیقۃ الصفا (از یوسف علی، ورق ۲۲۹ ب وغیرہ، بانکی پور)
...ہر محمد سبزواری، ورق ۱۶۳ ا، بانکی پور) جامع التواریخ (طبع کلکتہ صفحہ ۲۷۶)
...اند، طبع لکھنؤ جلد چہارم صفحہ ۴۸) حبیب السیر (از خواند میر، طبع بمبئی صفحہ ۳۳)
...میر، ورق ۲۵۶ ب، بانکی پور) مجمل فصیحی (از فصیح الخوافی، ورق ۱۶۲ (و ب، وغیرہ بانکی پور)
...سف الکنعانی، ورق ۱۳۱ ب وغیرہ، بانکی پور) تحفۃ الکرام (از میر علی شیر قانع تتوی،
...خ صادق (از محمد صادق اصفہانی، جلد سوم، ورق ۱۱۲ ب، بانکی پور) طبقات ناصری
...ب وغیرہ بانکی پور) تاریخ ابن اثیر (لیدن، جلد یازدہم) تاریخ ابن خلدون
...ب، جلد یازدہم صفحہ ۱۹۹ وغیرہ) تاریخ فرشتہ (طبع لکھنؤ، جلد اول صفحہ ۵۶ وغیرہ) وغیرہ
...نے حسین اور حسن کے اختلاف کی وجہ سے محض لقب "علاء الدین" ہی پر اکتفا کیا
...ان (از فیض اللہ بنبانی، ورق ۲۱ ب، بانکی پور) برٹش میوزیم کیٹلاگ (از
...۵ھ، ا) اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارہواں ایڈیشن، جلد یازدہم صفحہ ۹۱۸)
...ہی ہے، بہرحال اب مذکورہ بالا مختلف تواریخ کے مختلف بیانات میں سے
...الدین" کا صحیح نام کیا ہو سکتا ہے، اور کس قول کو معتبر سمجھنا چاہئے؟ میرا خیال ہے
...بن حسین بن حسن بن محمد بن عباس (الخ) تھا، اور اسکے لئے حسب ذیل ثبوت کافی ہیں:
...ضی سمرقندی کی تربیت علاء الدین غوری کے دربار سے ہوئی تھی، اس لئے ان جیسے
...تبر سمجھا جائے گا، "چہار مقالہ" میں ان سے بعض تاریخی غلطیاں ضرور سرزد ہوئی ہیں،

لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے مربی و محسن کا نام ہی بھول جائیں اور غلط لکھ ڈالیں، انھوں نے علاء الدین کا نام، مقالۂ دوم، حکایت اول کے آخر میں ابو علی الحسین بن الحسین ہی لکھا ہے اور یہی نام (الحسین بن الحسین) دوسرے مقام پر یعنی مقالۂ چہارم، حکایت دوازدہم میں بھی پایا جاتا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ اس کا نام حسین ہی تھا اور اس کے باپ کا نام بھی (پروفیسر براؤن کے قول کے برعکس) حسین تھا،

(۲) ۵۴۵ھ / ۱۱۵۰ء میں جب علاء الدین غوری اپنے بھائیوں (قطب الدین محمد اور سیف الدین سوری) کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے بہرام شاہ غزنوی (المتوفی ۵۴۷ھ / ۱۱۵۲ء) کے خلاف روانہ ہوا تو بقول صاحب "صبح صادق" (ورق ۱۱۲ ب، جلد سوم بانکی پور) اس نے ایک رباعی کہی جسکا ایک شعر یہ ہے:۔

گر غزنیں را زبیخ و بن بر نکنم ۔۔۔ پس من نہ حسین بن حسین خسنم

محمد یوسف کنعانی نے اپنی تاریخ منتخب التواریخ (ورق ۲۱۴ ا، بانکی پور) میں اس شعر کے دوسرے مصرع کو اس طرح لکھا ہے:۔ ع من خود نہ حسین بن حسین حسنم

بہرحال اس سے ثابت ہو گیا کہ (ا) علاء الدین کا نام حسین تھا (ب) اس کے باپ کا نام بھی حسین تھا، اور (ج) اس کے دادا کا نام حسن تھا،

(۳) علاء الدین نے مذکورۂ بالا حملہ جب غزنیں پر کیا تو بہرام شاہ بھاگ کھڑا ہوا[1]، بس پھر کیا تھا، علاء الدین نے دل کھول کر سات دن تک غزنیں پر آگ برسائی، اور جتنے مظالم ممکن تھے سب کر ڈالے،

---

[1] پروفیسر براؤن سے اس جگہ ایک اور غلطی سرزد ہوئی، وہ یہ کہ انھوں نے اپنی تاریخ (جلد دوم ص ۳۰۶) میں لکھا ہے کہ جب اس موقع پر علاء الدین نے غزنیں پر حملہ کیا تو بہرام شاہ تین سال قبل ہی مر چکا تھا، تعجب ہے کہ انھوں نے بعض تاریخوں کو نظامی عروضی جیسے غوری دربار کے تربیت یافتہ شخص اور ہم عصر تذکرہ نویس کے قول پر ترجیح دی، حالانکہ چہار مقالہ (مقالہ دوم، حکایت اول) میں صاف لکھا ہوا ہے کہ "...... و خداوند عالم علاء الدنیا والدین ابو علی الحسین بن الحسین ...... بکین خواستن آں دو ملک شہریار شہید و ملک حمید بغزنیں رفت و سلطان بہرام شاہ از پیش او برفت ......"

...ہاں سوز" کا خطاب حاصل ہوا جب دل کی بھڑاس نکل چکی تو عیش وطرب کی محفل رچائی،

...:-

...داند کہ من شاہ جہانم — چراغِ دودۂ عباسیانم
...لدین حسین بن حسینم — کہ دائم باد ملکِ خاندانم
...نگون دولت بر نشینم — یکے باشد زمین و آسمانم
...لم بگردم چوں سکندر — بہر شہرے شہے دیگر نشانم
...بودم کہ از اوباش غزنین — چوں رود نیل جوئے خوں رانم
...گندہ پیرانند و طفلاں — شفاعت می کند بختِ جوانم
...یدم بایشاں جانِ ایشاں — کہ با او جانِ شان پیوند جانم

...ی تغیر کے ساتھ منتخب التواریخ (از محمد یوسف، ورق ۳۱۶ا) طبقات ناصری،
...باب لالباب (از محمد عوفی، جلد اول صفحہ ۳۸، ۳۹) میں پائے جاتے ہیں،
...ں دوسرے شعر سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علاء الدین کا نام حسین ہی تھا، اور اس کے
...ا، پہلے شعر کے دوسرے مصرع "چراغ دودۂ عباسیانم" کے متعلق یہ عرض کرنا ہے،
...اکے دادا (یعنی حسین بن حسین بن حسن بن محمد بن عباس) کی وجہ سے یہ لوگ عباسی بھی کہلاتے
...وگ آل شنسب کہلاتے ہیں کیونکہ شنسب ان کے اسلاف میں پہلا شخص تھا جو
...عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا، ان لوگوں کا سلسلۂ نسب ظالم ضحاک تک پہنچتا ہے،
...خ فرشتہ، جلد اول صفحہ ۵۴ و ۵۵ سے بھی معلوم ہو سکتی ہے،

تلخیص و تبصرہ

طریقۂ امتحان میں اصلاح کی ضرورت

موجودہ تعلیمی دنیا میں امتحان کے فائدہ و نقصان کے پہلوؤں پر کافی بحثیں ہو رہی ہیں، تعلیم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ مسئلہ قابلِ غور ہے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ آجکل کی تعلیم کتابوں کی رٹائی اور امتحانوں کی زیادتی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، طلبہ کی قابلیت اور ان کی ذہانت کی جانچ سوالات اور ان کے جوابات سے کی جاتی ہے، اس طریقہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ ایسی تعلیم طلبہ کیلئے سخت مضر اور ان کی تعلیمی ترقی میں سد راہ ہے، ان کی رائے ہے کہ تعلیم کو امتحانات سے بری ہونا چاہیے، لیکن اس صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امتحانات قطعاً موقوف کر دینے چاہییں اگر ایسا نہیں کیا جاسکتا تو پھر اس کا حل سوچنا چاہیے،

ماہرین تعلیم کی اکثریت امتحانات کو بکلیۃ موقوف کر دینے کے موافق نہیں ہے کہ اس کے بعد پھر طلبہ کی قابلیت کے جانچنے کا معیار کیا ہوگا اس لئے موجودہ امتحان کے طریقوں پر غور کرکے ان کی اصلاح کرنی چاہئے، اس سلسلہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں،

(۱) امتحانات حفظ کرنے یا رٹنے کا معیار تو ہو سکتے ہیں لیکن قابلیت کی جانچ کا صحیح معیار نہیں بن سکتے، انٹرنس تک کے امتحانات کا حال تو یہ ہے کہ وہ بازاری نوٹ اور لوگوں کی لکھی ہوئی شرحوں سے رٹ کر پاس کر لئے جاتے ہیں،

(۲) امتحانات سال میں تین بار ہوتے ہیں، ان کے لئے طلبہ سال بھر بد حواس رہتے ہیں، جسکا

ر اثر پڑتا ہے اور اس سے نفسیاتی حیثیت سے لڑکوں کی ذہنی نشو و نما برباد ہوجاتی ہے
ن کے لحاظ سے دیجاتی ہے، اس لئے قابلیت سطحی ہوجاتی ہے، امتحان کو قابلیت
وسیلہ اور ذریعہ ہونا چاہئے، اسے خود اصل مقصود نہ بن جانا چاہئے،
ت پرچہ ایسے لوگ بناتے ہیں جنھیں ان طلبہ کو پڑھانے کا مطلق تجربہ نہیں ہوتا جنکے
، اس لئے بیشتر پرچے لڑکوں کی قابلیت جانچنے کے بجائے ممتحن کی قابلیت کا نمونہ
نے والے ہوتے ہیں۔

میں ممتحنوں کے اختلاف مزاج کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مختلف ممتحنوں کا معیار
می برتتے ہیں بعض سختی، ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ جوابات کی جانچ عموماً ممتحنو
میں ہوتی ہے، مسٹر ایچ واٹڈ نے ایک مرتبہ لاطینی قواعد کے پرچے مختلف اٹھائیس
وان کے نتائج میں پینتالیس سے لیکر سو فیصدی تک فرق نکلا،

یش نظر اب ان اصلاحوں پر نظر ڈالئے، جو ماہرین تعلیم نے پیش کی ہیں۔

تعلیمی کمیٹی نے جو از سر نو تعلیم کی تنظیم کے لئے قائم کی گئی تھی تمام پہلوؤں پر غور کرکے
ے طالب علم کی استعداد کے امتحان کی تجویز پیش کی ہے جس میں عموماً ہاں اور نہیں
یا معلومات کا اندازہ ہوسکے، یا طلبہ کی قوت استدلال سے ان کی استعداد و
سکے، یا چند چیزیں دے کر ان کی انتخاب کی صلاحیت کو دیکھا جاسکے،

ص سے خالی نہیں ہے، اس طریقۂ امتحان سے طالب علم کی قابلیت کا اندازہ مطلق
تحریری امتحان کی طرح اپنے خیالات کو مجتمع کرکے مرتب طریقہ سے پیش نہیں کرسکتا
خرابی یہ بھی ہے کہ ایک مقررہ لمحہ میں اختصار کے ساتھ ایسا جواب دینے میں جسکی
بی اور ناکامی کا دار و مدار ہو، طالب علم کے دماغ میں اعصابی کھینچ پیدا ہوجاتی ہے،

اس لئے یہ طریقہ موجودہ طریقۂ امتحان کا بدل نہیں ہوسکتا، البتہ اس میں ایک مفید اضافہ ہوسکتا ہے،
امریکہ میں یہی طریقہ رائج ہے،

دوسری ترمیم یہ ہوسکتی ہے کہ امتحان زیادہ نہ ہوں، سہ ماہی اور شش ماہی امتحانات بالکل
موقوف کردیئے جائیں، اور سال کے اختتام پر ایک امتحان لے لیا جائے، بقول سی پی رائے
کے کہ تعلیم ایک نفع بخش سفر ہے، جو نہایت دلچسپ علمی میدانوں سے ہوکر گذرتا ہے، اور امتحان
اس سفر کا ایک ضمنی مفید واقعہ ہے، اس سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں۔

تیسری چیز یہ قابل لحاظ ہے کہ ممتحن وہی لوگ ہوں جو ان جماعتوں کے پڑھانے کا تجربہ
رکھتے ہوں، سوالات اس قسم کے ہوں جن کے جوابات کے لئے رٹائی کی ضرورت نہ ہو، ممتحنوں
کیلئے ایک ضابطہ تیار کیا جائے، جس کے ماتحت وہ طلبہ کی صلاحیت کا اندازہ کرسکیں، ہر کاپی دو
ممتحن جانچیں، جس طرح اٹلی میں ہوتا ہے، ان دونوں کے اختلاف کا فیصلہ صدر ممتحن کریں، ہر درجہ میں طالب علم
کے سال بھر کے کام کا نقشہ ہو، اس سے بھی نتیجہ ترتیب میں مدد لیجائے، زبانی امتحان بھی ضروری ہے، اسکا
سلسلہ شروع ہی سے ہونا چاہئے، تاکہ لڑکے ابتدا سے عادی رہیں، "ب ا"

ترکی اور لاطینی حروف

ترکی میں عربی رسم الخط کی جگہ لاطینی حروف کو جاری ہوئے اگرچہ زمانہ گذر چکا لیکن اب بھی
وہاں بعض صاحب فکر و نظر اشخاص اپنی تاریخ و تہذیب اور ادب کی واقفیت کیلئے عربی رسم الخط کا
جاننا ضروری سمجھتے ہیں، اب بھی کاروبار میں بغیر عربی رسم الخط کی واقفیت کے کام نہیں چلتا، اور حکومت
بھی عربی رسم الخط کے واقف کاروں کو ترجیح دینے پر مجبور ہے،

چند دن ہوئے ایک ترک نے مشہور ترکی اخبار جمہوریت کے اڈیٹر یامی بک سے یہ سوال

جس کی عمر گیارہ سال ہے، عربی رسم الخط سے بالکل ناواقف ہے لیکن تجارتی کاروبارین
لازمتوں میں ان لوگوں کو ترجیح دیتی ہے جو لاطینی حروف کے ساتھ عربی رسم الخط سے
ں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے لڑکے کو عربی رسم الخط کی تعلیم بھی دوں، اس بار
ے کیا ہے، پیامی بک نے اس سوال کے جواب میں اپنے اخبار میں جو مقالہ لکھا ہے
ہے،

زدیک بھی حکومت کی ملازمت اور آزاد کاروبار دونوں میں عربی رسم الخط سے واقفیت
ی کا سبب رہے گی، حکومت نے عربی رسم الخط میں لکھنے کی ممانعت کی ہے، اس کے
یں کی ہے، اس لئے جس باپ کو اپنے لڑکے کی صحیح اور پوری تعلیم مقصود ہو اسے
لکھانا چاہئے،

عمولی ضروریات زندگی کے نقطۂ نظر سے ہوا، اس سے زیادہ ثقافتی پہلو سے عربی
ری ہے اس لئے کہ ترکی زبان کا سارا علمی سرمایہ عربی رسم الخط میں ہے، جو نوجوان
ہوگا، اس کو ترکی کی تاریخ اور ادب کا معمولی علم بھی نہیں ہوسکتا، نہ وہ نعیم کی کتابیں پڑھ
ں کتابیں مطالعہ کرسکتا ہے، نہ جودت پاشا کی تاریخ سمجھ سکتا ہے، ترکی زبان میں
ں ہزار مطبوعہ اور قلمی کتابیں ہیں، اور یہ سب کی سب عربی رسم الخط میں ہیں جو ترک
ہوگا وہ ان کتابوں کے مطالعہ سے بھی محروم رہے گا،

ور ترقی میں بھی جو بے شمار کتابیں لکھی گئیں وہ بھی سب عربی رسم الخط میں ہیں، ضیا پاشا
حق حامد کے زمانہ تک جس قدر نیا لٹریچر پیدا ہوا، ان کا کوئی حصہ لاطینی حروف میں
جودہ دور کے اکابر مصنفین، یعقوب قدری، فالح رفقی اور خالدہ ادیب کی کتابیں
طامیں ہیں، نئے رسم الخط میں جو چند نام کی کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ پرانے سرمایہ کے

کے مقابلہ میں قابلِ ذکر بھی نہیں ہیں، اس لئے جو نوجوان عربی رسم الخط سے ناواقف ہوگا وہ ترکی زبان کے سارے لٹریچر سے ناواقف رہیگا اور اس کی حیثیت روزانہ اور ہفتہ وار اخبارات و رسائل کے معمولی خواندہ سے زیادہ نہ ہوگی، بلکہ ان کے خیالات کو بھی وہ پورے طور سے نہ سمجھ سکیگا، اس لئے کہ ان کے اڈیٹروں کی نشو و نما پہلے دور میں ہوئی ہے، اس لئے ان کے خیالات اور تحریروں کو سمجھنے کے لئے اس دور کی ثقافت اور اس زمانہ کے ماحول کو جاننے کی ضرورت ہے،

شعبۂ نشر و اشاعت کی کانفرنس کی قرارداد کے مطابق، عربی رسم الخط کی کم از کم پچاس ہزار ترکی زبان کی کتابوں کو لاطینی حروف میں منتقل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ تعداد وہ ہے جس کا عشر عشیر بلکہ سو پچاس کتابوں کا منتقل کرنا بھی ممکن نہیں ہے، ایسی حالت میں اگر ہماری نئی پود عربی رسم الخط سے ناواقف ہوگی تو وہ کیا پڑھے گی، اس لئے میری رائے میں ہر نوجوان کے لئے لاطینی حروف کے ساتھ عربی رسم الخط کا سیکھنا بھی ضروری ہے کہ تحصیلِ علم کا صرف یہی ایک وسیلہ ہے،

جو لوگ میرے منشا کو صحیح طور پر نہ سمجھیں گے وہ ممکن ہے مجھ پر رجعت کا الزام لگائیں، لیکن میں اس الزام کو خوشی سے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں، اس لئے کہ میرے نزدیک کسی انسان کے اپنی قوم کی تاریخ اور اس کے ادب سے جاہل رہنے کے مقابلہ میں رجعت کہیں بہتر ہے،

"م"

دولتِ عثمانیہ جلد اوّل

یہ مسلمانوں کی زندہ حکومت ترکی کے عروج و زوال اور جمہوریہ ترکی کی مفصل تاریخ ہی، پہلے حصہ میں عثمان اول سے مصطفیٰ رابع تک پانچ صدیوں کے مفصل حالات ہیں، اردو میں اب تک ترکی حکومت کی اس سے زیادہ بسوط اور مستند تاریخ نہیں لکھی گئی، از مولوی محمد عزیز صاحب ایم اے رفیق دار المصنفین، ضخامت ۴۹۰ صفحے، قیمت سے۔

اخبارِ علمیہ

شہاب ثاقب کی فہرست

...ے آف انڈیا نے حال میں دنیا کے تمام شہاب ثاقب کی ایک مکمل فہرست شائع
... ابتک دنیا کے کسی ملک میں شائع نہیں ہوئی ہے، گو اس میں ساری دنیا کے شہاب
...ین جو شہاب ثاقب ہندوستان میں گرے ہیں یا یہاں موجود ہیں یا جو کلکتہ کے عجائب
...ات زیادہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، کلکتہ کے عجائب خانہ میں ۴۶۸ شہاب ثاقب
...ری دنیا کے شہاب ثاقب کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہیں، ابتک ساری دنیا میں شہاب ثاقب
...ے وہ ۱۲۵۹ ہے، اس تناسب سے گویا دنیا کے شہاب ثاقب کا ہر تیسرا نمونہ کلکتہ کے
...نمونے چار خوبصورت بکسوں میں رکھے ہوئے ہیں، اور انگریزی ۱، دو اور بنگلہ میں
...ے، اور نئے نمونوں کے حصول کی کوششیں برابر جاری ہیں، ان کے ماہرین نیوز
...ہیں، اور سائنسداں دنیا کے استفادہ کے لئے ان کی تحقیقات کا نتیجہ برابر شائع ہوتا
...ب ثاقب کی مجموعی تعداد میں سے ۹۳۱ امریکہ کی فہرست سے نقل کئے گئے ہیں،
...دوستان میں ان کی تعداد ۱۲۶، روس میں ۹۰، اسٹریلیا میں ۹۵، فرانس میں ۵۰،
...یں ۱۰۴، اور دوسرے ملکوں میں ان کی مجموعی تعداد ۳۶ ہے،
...یں ان آتش فشاں مادوں اور ان ذرات کے چھینٹوں کا بھی ذکر ہے جو ان شہاب ثاقب

کے گرنے سے پیدا ہوئے تھے، اور شہاب ثاقب کی ماہیت سے بھی بحث کی گئی ہے، ان کی دو خاص قسمیں ہیں، ایک جو عموماً لوہے (نکل) کے ذرات سے بنے ہیں، اور دوسرے جو سلیکا (ایک خاص قسم کا معدنی پتھر) سے، پھر ان میں مختلف درجات ہیں، شہاب ثاقب عموماً ایسے عناصر سے مرکب ہوتے ہیں، جو زیادہ بھاری نہیں ہوتے، یعنی ان میں سونے اور پلاٹینیم کے اجزا نہیں ہوتے، بڑے قد کے شہاب ثاقب سب کے سب لوہے کے ہیں، ان میں سب سے بڑا جو مغربی افریقہ میں پایا گیا تھا، ۴۵ ٹن کا ہے، پتھر کے شہاب ثاقب زیادہ سے زیادہ ۵۰۷ پونڈ وزن تک کے ہیں، ان میں سب سے زیادہ وزنی جزیرہ لانگ میں گرا تھا، بڑے شہاب ثاقب کے گرنے سے جو آتش فشاں مادے پیدا ہوتے ہیں اس کا اندازہ مشکل ہے،

لوہے سے مرکب شہاب گرتے ہوئے نظر نہیں آئے، بلکہ گرے ہوئے ملے، اور پتھر سے مرکب اکثر گرتے ہوئے دیکھے گئے، ان کے گرنے سے اب تک انسانی جان کا اتلاف سننے میں نہیں آیا، اس قسم کے صرف دو واقعے سنے جاتے ہیں، ایک یہ کہ ۱۸۶۸ء میں ضلع بستی کی ایک عورت پر شہاب ثاقب گرا تھا، جو جل کر کوئلہ ہو گئی تھی، دوسرا ۱۹۳۳ء میں، اس حادثہ میں ایک لڑکا مرا تھا، ان کے اجزاء کے امتحان سے ظاہر ہوا کہ سب سے پہلا شہاب ثاقب جو گر کر سخت ہو گیا تخمیناً انتیس ۲۹ لاکھ سال پہلے گرا تھا، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر شہاب ثاقب نظام شمسی کے بکھرے ہوئے اجزا ہیں، تو ان کی عمر تیس ۳۰ لاکھ سال سے زیادہ نہیں ہے، لیکن اگر دوسرے سیاروں کے اجزا ہیں تو وہ کروروں برس کے ہو سکتے ہیں لیکن اندازہ اور تخمینہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نظام شمسی ہی کے اجزا ہیں،

شہاب ثاقب کی باقاعدہ تحقیقات سب سے پہلے ہندوستان میں ہوئی، دنیا میں شہاب ثاقب مختلف شکلوں میں پائے جاتے ہیں، چنانچہ جو صورت ڈ انا کے نام سے موسوم ہے تحقیقات سے ثابت

ثاقب ہی کے ٹکڑوں سے بنی ہے، ۱۸۹۴ء میں کلادانی نے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں
یک بڑے تودہ سے جسے پلس نے سائبیریا میں پایا تھا بحث کی ہے، اور ثابت
ن سے گرا تھا، اس کے دو سال بعد طور سینا پر ایک عجیب چیز آسمان سے گری،
خیال کی تصدیق ہوگئی، اسے پر جوزف بنک کے پاس تحفۃً لندن بھیجدیا گیا تھا،
نے اسی قسم کی ایک چیز پارک شائر میں گرتے ہوئے دیکھی، یہ دونوں آپس میں
سے ایک سال پہلے اسی قسم کی ایک چیز بنارس میں گری تھی، ۱۹۰۹ء میں ہارڈ
دکر کے ثابت کردیا کہ درحقیقت یہ سب شہاب ثاقب ہیں،

جنین کی صنف میں تبدیلی

ب ڈاکٹر نے حال میں یہ تجربہ کیا ہے کہ ماں کے پیٹ ہی میں جنین کی صنف کو دریافت کیا
عویٰ ہے کہ جنین کی ابتدائی تشکیل کی حالت میں غذا کی تبدیلیوں سے اسکی صنف کو بدلا
ں میں اسکو کامیابی ہوئی ہے، آئندہ اور وسیع تجربات زیر عمل ہیں،

امریکہ کی بعض دلچسپ ایجادیں

یں جو دلچسپ ایجادیں ہوئی ہیں، ان میں ایک ایسی عینک ہے جسمیں ایک خاص
پشت کی چیزیں بھی صاف نظر آتی ہیں، ایک کلائی کی گھڑی ہے یہ الارم والی
کائے سونیوالے کی کلائی کو دباکر نیند سے بیدار کرتی ہے، ایک کھڑکی ہے جب
داخل ہونا چاہتا ہے، تو وہ اسے دباکر گرفتار کرادیتی ہے

باب التقریظ والانتقاد

تخریج زیلعی

از مولانا حبیب الرحمن صاحب صدر مدرس مدرسہ مفتاح العلوم مئو

فقہ حنفی کی بے شمار کتابوں میں جو مقبولیت ہدایہ کو نصیب ہوئی ہے وہ کسی اور کو شاید ہی نصیب ہوئی ہو، اس کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں، ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس میں احناف کے مسلک کے ساتھ ساتھ دوسرے ائمہ کے اختلافات اور ہر ایک کے نقلی و عقلی دلائل و شواہد بھی پیش کئے گئے ہیں لیکن دلائل نقلیہ کے سلسلہ میں جو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں، ان کی سندیں یا ان کے حوالے مذکور نہیں ہیں، نہ انکے ضعف و قوت کا بیان ہے، نہ ان کے رواۃ پر جرح و تعدیل کی گئی ہے، جو حدیثوں کے لئے نہایت ضروری چیز ہے، لیکن ہدایہ کے موضوع سے یہ مباحث خارج تھے، اس لئے صاحب ہدایہ کو یہ مباحث نظر انداز کرنے پڑے، جن خوش نصیبوں کو روایات پر کامل عبور اور فن روایت میں مہارت حاصل تھی، ان کے لئے تو کوئی زحمت و دشواری نہ تھی، لیکن جو اس کمال سے عاری تھے، ان کو احادیث کے بے پایاں دفتر میں ان احادیث کی تلاش اور ان کے ضعف و قوت کی تحقیق میں بڑی دشواری پیش آتی تھی،

حق تعالیٰ جزائے خیر دے امام جمال الدین زیلعی کو جنھوں نے ان دشواریوں کا احساس فرمایا اور نصب الرایہ لتخریج احادیث الھدایۃ کے نام سے ایک نہایت بیش قیمت کتاب تصنیف فرماکر طالبانِ تحقیق کو بہت سی صعوبتوں سے نجات دلادی۔

صنف کتاب جمال الدین زیلعی، آٹھویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ حافظ حدیث،
یث وفقہ کے یکتائے روزگار امام تھے، فقہ اور فنونِ حدیث میں جن اجلۂ ائمہ سے
تھی، سب اپنے اپنے فن میں یکتا ماہر و امام تھے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں،
ج مزی (جن کے باب میں ذہبی کا قول ہے واما معرفۃ الرجال فھو حامل
یاعبائہا لم تر العیون مثلہ یعنی معرفتِ رجال کے علمبردار ہیں، ان کی نظیر
ں، ذہبی ہی کا یہ قول بھی ہے اوضح مشکلات ومعضلات ما سبق الیہا فی
رجالہ، علم حدیث وفن رجال کی بہت سے ایسے عقدے انھوں نے حل کئے
ولیت وتقدم کا شرف حاصل ہے،
س الدین ذہبی جن کی نسبت سبکی نے فرمایا خاتم الحفاظ امام العصر حفظا

ین ماردینی جن کی وسعتِ نظر اور اتقان ومہارت کا زندہ شاہکار ان کی تصنیف
ظ ابو الفضل عراقی (حافظ ابن حجر کے استاد) نے انکو الامام العلامۃ الحافظ قاضی
یاد کیا ہے (لحظ الالحاظ ص۱۲۶) حافظ ابو الفضل کو فن حدیث میں جو کمال حاصل ہوا
یض تھا، ابن فہد نے تصریح کی بہ تخرج وانتفع (لحظ الالحاظ ص۲۲۲) سیوطی نے
ہے، کان اماما فی الفقہ والاصول والحدیث فقہ، اصول اور حدیث
کا درجہ حاصل تھا،
ین زیلعی جن کی بے مثل فقاہت اور علمی جلالت کا بین ثبوت کنز کی شرح تبیین

الدین زیلعی کو ان اجلۂ فقہاء ومحدثین کے فیضِ صحبت سے حدیث اور فقہ میں جو پایۂ عالی

نصیب ہوا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کل اصحاب تراجم وطبقات نے امام زیلعی کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، (دیکھو ذیول تذکرۃ الحفاظ) سیوطی ان کو "الامام الفاضل المحدث" کے اوصاف سے موصوف، اور ابن فہد "الفقیہ الامام الحافظ" کے القاب سے ملقب کرتے ہیں (ذیول ص۱۲۵ وص۳۶۲ خاتمۃ الحفاظ) علامہ ابن حجر عسقلانی فقہی مسلک میں اختلاف کے باوجود ان کو "امام" کے لقب سے یاد کرتے ہیں[1] اور اسکا بھی پوری صفائی اور کشادہ دلی سے اعتراف کرتے ہیں کہ "میں نے تلخیص حبیر کی تصنیف میں امام زیلعی کی تخریج سے استفادہ کیا ہے"[2]، یہ بھی لکھتے ہیں کہ "تخریج کے علاوہ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اور بھی بہت سے متفرق علمی فوائد سے مستفید ہوا ہوں"[3] حافظ ابن حجر جیسے جلیل القدر حافظ حدیث کا یہ کہنا انکی جلالت قدر کی کافی شہادت ہے،

تنہا حافظ ابن حجر ہی پر موقوف نہیں، دوسرے اکابر علمائے شافعیہ نے بھی زیلعی کی تخریج سے بہت فائدہ اٹھایا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر کی تصریح کے موافق، علامہ بدر الدین زرکشی کی تخریج احادیث رافعی، بڑی حد تک تخریج زیلعی کی رہین منت ہے (مقدمہ نصب الرایہ بحوالہ تمیمی)

اور حق تو یہ ہے کہ زیلعی کی جلالتِ شان، علوے رتبت اور امامتِ فن کے ثبوت کیلئے کسی بیرونی شہادت کی مطلق ضرورت نہیں ہے، اس کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ معتبر شہادت خود ان کی کتاب تخریج ہدایہ ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ اسکو دیکھکر کوئی انصاف پسند ان کے وسعتِ معلومات اور دقتِ نظر کا معتقد ومعترف نہو جائے،

تخریج زیلعی کی اہمیت | یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج لکھکر مذہب احناف کی بڑی خدمت انجام دی، اور علمائے احناف پر بہت بڑا احسان کیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تنہا احناف ہی ان کے زیر بار احسان نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ ابھی اوپر گذرا زرکشی اور ابن حجر جیسے علمائے شافعیہ بھی ان کے رہین منت ہیں،

تخریج زیلعی کی مزیت وضرورت | یوں تو تخریج ہدایہ کے سلسلہ میں کئی کتابوں کے نام لئے جاتے ہیں، لیکن

---

[1] تلخیص ص۲ ودرایہ ص۲ [2] تلخیص ص۲ [3] مقدمہ نصب الرایہ بحوالہ طبقات تمیمی

ن سب میں اعلیٰ و ارفع ہے، اور اس باب میں اس کو تقدم و اولیت کا شرف بھی حاصل

دین ابن الترکمانی کی تصنیفات میں تخریج ہدایہ کا نام لینا کسی مصنف کا وہم نہ ہو تو یہ تخریج

تخریج سے مقدم ہے، لیکن میرے خیال میں واقعہ یوں نہیں ہے، امام علاء الدین نے ہدا

یں لکھی ہے، بلکہ ہدایہ کی شرح لکھی ہے، اور شرح کے ضمن میں احادیث کا پتہ بھی یقیناً دیا ہوگا،

رشی ان کے خاص تلامذہ اور حاضر باش شاگردوں میں سے ہیں، وہ جواہر مضیہ

ذان کے اختصار ہدایہ اور شرح ہدایہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن تخریج کا نام نہیں لیتے، حالانکہ

تخریج ہدایہ کی تصنیف اور اس کو استاذ کی خدمت میں پیش کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں،

ین کی کوئی مستقل تخریج ہوتی تو حافظ عبد القادر کو تخریج لکھکر ان کی خدمت میں پیش

وس نہ ہوتی،

م پر بعض حضرات سے ایک اور وہم بھی سرزد ہوا ہے، وہ یہ کہ انھوں نے امام علاء الدین

ذکر کے یہ بھی لکھدیا کہ اس کا نام کفایہ ہے، حالانکہ الکفایہ ہدایہ کے اس مختصر کا نام ہے جو امام

نف ہے، قرشی لکھتے ہیں، واختصر کتاب الھدایہ بکتاب سماہ الکفایہ

ایہ، آگے خود امام علاء الدین کا قول نقل کیا ہے، فانی سمیت مختصری للھدایۃ

)

مام علاء الدین کیطرف کسی تخریج ہدایہ کی تصنیف کی نسبت میرے نزدیک بالکل غیر محقق

شاگرد خاص حافظ عبد القادر قرشی نے بیشک ہدایہ کی تخریج لکھی ہے، اور لکھکر استاد

یش کی ہے، یہ واقعہ تو خود قرشی نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی تخریج کا نام کفایہ رکھا تھا، جب

یں اس کتاب کو پیش کیا تو انھوں نے از راہ ظرافت فرمایا کہ تم نے یہ نام مجھ سے چرا

ے کہ میں نے اپنی مختصر ہدایہ کا نام یہی رکھا ہے، لہذا یہ نام بدل دو، انھوں نے عرض

کی کہ پھر آپ ہی دوسرا نام رکھدیں، چنانچہ انھوں نے ان کی تخریج کا نام العنایہ فی معرفۃ تخریج الھدایہ تجویز فرمایا، (جواہر مضیہ ص ۳۶۷)

حافظ عبد القادر بھی آٹھویں ہی صدی کے عالم ہیں، مگر ان کا طبقہ زیلعی سے متاخر ہے، اس لئے گمان ہوتا ہے کہ ان کی تخریج بھی زیلعی کی تخریج سے متاخر ہوگی،

تخریج قرشی کا پتہ | علامہ قرشی کی تخریج کے کسی مکمل نسخہ کا پتہ ہم کو نہیں چل سکا، کتب خانہ خدیویہ (مصر) کی فہرست میں بے نام کی ایک تخریج ہدایہ کا ذکر موجود ہے، مرتب فہرست نے اس کے مصنف کا نام محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی الوفا لکھا ہے اور اس کا سن وفات ۸۴۸ھ بتایا ہے، میرا خیال ہے یہ کتاب العنایہ فی معرفۃ احادیث الھدایہ ہے اور مرتب فہرست نے مصنف کے نام و نسب میں غلطی کی ہے، صحیح نام و نسب یوں ہے ابو محمد عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن ابی الوفا، یہ وہی علامہ عبد القادر قرشی صاحب جواہر مضیہ ہیں، فہرست خدیویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا صرف پہلا حصہ جو کتاب النکاح پر ختم ہوتا ہے، کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے، اوراق کی تعداد ۲۱۸ ہے،

بہرحال آٹھویں صدی کے نصف اول میں زیلعی کی تخریج کے ماسوا ان ہی دونوں تخریجوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں سے پہلی کا سرے سے تصنیف ہی ہونا غیر محقق ہے، اور دوسری تصنیف ضرور ہوئی مگر متداول نہیں ہے، بلکہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ کہیں موجود بھی ہے یا نہیں، اس لئے طالبان تحقیق کی پیاس بجھانے کے لئے تنہا زیلعی کی تخریج رہ گئی، اس سے اس تخریج کی ضرورت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے،

باقی رہی حافظ ابن حجر کی درایہ، تو اہل علم کو معلوم ہے کہ وہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ یہی تخریج زیلعی کا ملخص و مختصر ہے، پھر یہ تلخیص و اختصار بھی توقع کے خلاف ایسا ہے کہ طالب تحقیق کی

...ں ہوسکتی، اور نہ وہ ان قیمتی معلومات و نادر فوائد سے بہرہ اندوز ہوسکتا ہے جو تخریج

...ر اور اس کتاب کا طغرائے امتیاز ہیں،

...ات | امام زیلعی کی تخریج کی بہت سی خصوصیتیں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں،

...ی التزام کے ساتھ ہر حدیث کی نسبت پہلے یہ بتاتے ہیں کہ اس حدیث کو فلاں محدث

...ں میں روایت کیا ہے، اس کے بعد اصل کتاب سے پوری سند کے ساتھ پورا متن لفظ

...ں، اور حافظ ابن حجر سند بالکل حذف کردیتے ہیں، صرف روایت کرنیوالے صحابی

...سی طرح عموماً متن بھی پورا ذکر نہیں کرتے، بلکہ صرف اتنا ہی ٹکڑا پیش کرتے ہیں جس سے

...ی سند و متن نقل کرنے کے بعد عموماً یہ کرتے ہیں کہ اگر کسی محدث نے اس حدیث

...کلام کیا ہے، تو اس کو بتمامہ نقل کرتے ہیں، پھر اگر کسی دوسرے محدث نے اس کا

...س کو بھی ذکر کرتے ہیں، حافظ ابن حجر عموماً ان باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، مثلاً ابن

...ں قارن کیلئے دو طوافوں کی ایک حدیث بروایت حضرت عمران نقل کی، اور

...ارقطنی نے اس کی علت بیان کی ہے، حالانکہ زیلعی نے پوری تفصیل کے ساتھ دارقطنی

...لت کو لکھا ہے۔ (دیکھو زیلعی ص ۱۱۱ جلد ۳)

...ی سند ضعیف یا متکلم فیہ ہوتی ہے، تو امام زیلعی تصریح کے ساتھ پہلے یہ بتاتے ہیں، کہ

...ں مجروح یا متکلم فیہ راوی ہے، پھر اس راوی کی نسبت ائمۂ نقد کے اقوال نقل کرتے

...ن حجر عموماً یہ کہکر گذر جاتے ہیں کہ یہ سند کمزور ہے، یعنی نہ ضعیف راوی کا نام بتاتے

...ارہ میں اقوالِ جرح و تعدیل نقل کرتے، مثلاً "عدم جواز نکاح بلا ولی" کے باب

...ضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت عمران، حضرت علی، حضرت انس اور حضرت

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیثوں کا حوالہ دیکر صرف اسقدر بتا دیا کہ ان کی سندیں بہت کمزور ہیں، حدیث کے الفاظ تک نہیں بتاتے، اور امام زیلعی نے حدیث کے الفاظ نقل کئے، سند ذکر کی، پھر مجروح راوی کی تعیین کی اور سب سے آخر میں محدثین کے اقوال بھی اس کے باب میں نقل کئے، (دیکھو زیلعی ج ۲ ص ۱۸۹)

(۴) امام زیلعی اصولِ حدیث کے بعض بعض مسائل کے متعلق بڑی نادر تحقیقات ذکر کر جاتے ہیں، حافظ ابن حجر اس کو بالکل چھوڑ جاتے ہیں،

(۵) امام زیلعی کا ایک التزام یہ بھی ہے کہ جس حدیث کی تخریج کرتے ہیں اگر اس کے ہم معنی دوسری حدیثیں ہوتی ہیں تو ان سب کو سند و متن کے ساتھ بالتفصیل ذکر کرتے ہیں، لیکن حافظ ابن حجر بہتیرے مقامات میں صرف اتنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس باب میں فلاں صحابی کی بھی ایک حدیث ہے، جس کو فلاں محدث نے فلاں کتاب میں بیان کیا ہے، مثلاً حدیث "التراب طهور المسلم" کی تخریج کے بعد لکھتے ہیں، کہ اس باب میں ابوہریرہ کی ایک روایت بھی ہے جو معجم اوسط طبرانی و مسند بزار میں مذکور ہے، لیکن امام زیلعی پہلے بزار کا حوالہ دیکر ان کی پوری سند اور لفظ بلفظ پورا متن بلکہ اس کے بعد بزار نے حدیث کی غرابت کا جو بیان اور اپنے شیخ کی جو توثیق کی ہے، اس کو بھی نقل کرتے ہیں، پھر اسی بسط و تفصیل کیساتھ طبرانی کی سند اور ان کے الفاظ میں حدیث کا پورا متن نقل کرتے ہیں، (دیکھو زیلعی ص ۱۲۹ ج ۱)

یہاں تخریج زیلعی کی خصوصیات کا استقصا مدنظر نہیں ہے، یہ چند باتیں بطور نمونہ اس لئے ذکر کر دی ہیں، کہ کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے میں مدد مل سکے،

اگر میرے معروضات آپنے غور سے پڑھے ہیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ تخریج زیلعی شایقین حدیث کیلئے ایسی ضروری چیز ہے کہ کوئی طالب حدیث اس سے کسی طرح مستغنی نہیں ہوسکتا،

زیلعی کا پہلا اڈیشن | اس زمانہ میں جب تک کوئی کتاب چھپ نہ جائے، اس وقت تک تعمیم نفع ناممکن اور اس کا بسہولت حاصل ہونا سخت دشوار ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی

اس کو چھپوانے کی ہمت کرکے اس گوہر نایاب کو وقف عام کرتا،

سے پہلے مولوی خادم حسین عظیم آبادی کو یہ توفیق نصیب ہوئی اور انھوں نے ۱۳۱۰ھ
نو میں اس کو چھپوانا شروع کیا، لیکن بڑی تمناؤں کے بعد جب کتاب چھپکر پریس سے نکلی
ں کہ کاغذ نہایت میلا اور کمزور، خط بیحد خراب اور بھونڈا، اور طباعت نہایت ناصاف،
ے غضب یہ کہ ظاہری حسن و جمال سے محرومی کے ساتھ معنوی محاسن سے بھی وہ
لوم نہیں چھپوانے کے وقت کوئی صحیح نسخہ پیش نظر تھا یا نہیں، تصحیح کا انتظام نہیں کیا
سبب تھا کہ چھپنے کے بعد کتاب اتنی مسخ اور اس طرح اغلاط سے پر تھی کہ ہر شخص
نفع اٹھانا ناممکن تھا، تاہم مولوی خادم حسین مرحوم کو اللہ تعالے جزائے خیر دے کہ
ت سے یہ کتاب عام تو ہو گئی اور ہر کس و ناکس کو اس سے کامل طور پر نہ سہی تو فی الجملہ
کا موقع تو مل گیا، چنانچہ جب تک یہ اڈیشن ملتا رہا تمام اہل ذوق اس سے اپنی
رہے،

ت سے یہ اڈیشن بھی نایاب ہو چکا تھا، اور نہایت شدت سے ضرورت محسوس کیجارہی
ی خرابیوں کو دور کرکے صحت و صفائی و پاکیزگی کے اہتمام کے ساتھ اس کتاب
کئی جگہوں سے یہ خبر سننے میں آئی کہ تخریج زیلعی کے دوبارہ طبع ہونے کا انتظار

لیکن کارکنان قضا و قدر نے یہ سعادت مجلس علمی (ڈابھیل) کیلئے مقدر کر رکھی تھی،
دوسرے کے حصہ میں کیسے آتی

ت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

س تمام احناف ہی کے نہیں، بلکہ حدیث کا ذوق رکھنے والے طبقہ کے شکریہ کے

مستحق ہیں، جنھوں نے وقت کی بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا اور فن کی ایک عظیم الشان خدمت انجام دی،
اگر ارکان مجلس اور کچھ نہ کرتے، صرف پہلے اڈیشن کی نقل ہی چھپوا دیتے تب بھی وہ ہر طرح
ہمارے شکریہ کے مستحق تھے، لیکن آپ کو یہ سنکر بے پایاں مسرت ہوگی اور آپ ان کے شکریہ پر مجبور
ہوں گے، کہ انھوں نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ پہلے ہزاروں روپے صرف کرکے جید و مستند عالموں
سے پوری کتاب کی تصحیح اور اس کا تحشیہ کرایا، اصل کتاب میں متداول کتابوں کی جو حدیثیں ہیں ان کو
ان کتابوں میں تلاش کرا کے حاشیہ میں جلد اور صفحات کے حوالے درج کرائے، پھر دو جواں ہمت
جواں عمر عالموں کو اہتمام و نگرانی کے ساتھ اس کتاب کو طبع کرانے کیلئے مصر بھیجا، وہاں ان کو خوش قسمتی
سے تخریج زیلعی کا وہ نسخہ ہاتھ آگیا جو حافظ ابن حجر کے مطالعہ میں رہ چکا تھا اور جا بجا ان کے قلم سے اس
میں تصحیحات بھی موجود تھیں، ان حضرات نے اپنے نسخہ کا اس سے مقابلہ کیا، اس کے بعد انھوں نے
راحت طلبی کا شیوہ اختیار نہیں کیا، بلکہ تصحیح کتاب کے بلیغ اہتمام کے پیش نظر اور مزید اطمینان کی خاطر مصر کے
عہد حاضر کے سب سے بڑے وسیع النظر عالم اور فن حدیث و رجال کے ماہر علامہ زاہد کوثری کی نظر سے جدید
اڈیشن کے مطبوعہ فرمے گذرائے، اور جو اغلاط رہ گئے تھے ان کا استدراک لکھوا کر بطور ضمیمہ کتاب میں شامل
کیا، یہی اہتمام کاغذ کی عمدگی اور طباعت کی خوبی کا ہے کہ کتاب کی ظاہری صورت ہی دیکھکر دل خوش
ہوجاتا ہے، اس اہم علمی خدمت پر کارکنان مجلس ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں، اور ہم ان کی خدمت میں
بصمیم قلب پر خلوص ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت ان
کی ہمتوں میں برکت عطا فرمائے، ان کی علمی خدمتوں کا بہترین صلہ ان کو دے، اور علم دین کے لئے
اس طرح کے مساعی جمیلہ کی مزید توفیق ان کو عنایت فرمائے،

المنتظم لابن جوزی

...ین جوزی بغدادی المتوفی ۵۹۷ھ کی تصنیفات میں ان کی تاریخ المنتظم فی تاریخ الملو...
...اہلِ علم پر روشن ہے، مدت سے اس کی پوری جلدوں کی تلاش جاری ہے، یورپ کے
...ے بھی اس کے حصول اور طبع و اشاعت کی تحریکیں اور کوششیں کئی دفعہ کیں، مگر یہ فخر دائرۃ
...یاد دکن کیلئے مقدر تھا کہ وہ اس نادر کتاب کے اجزاء فراہم کرے، اور تصحیح و تحشیہ کے بعد شائع
...ھ میں اس نے اس کی پانچویں جلد کا دوسرا حصہ اور چھٹی جلد پوری شائع کی،
...ن جوزی کی یہ تاریخ، تاریخ طبری کی طرح آغاز اسلام سے لیکر چھٹی صدی ہجری کے واقعات
...ہے، ہر سال کا عنوان باب ہے، اس کے نیچے اس سال کے پورے واقعات وہ لکھتے ہیں،
...ف محدث ہیں اس لئے واقعات سے زیادہ علماء اور اکابر کے حالات اور وفیات کا تذکرہ
...تے ہیں، ساتھ ہی انکی تصنیفات اور روایات اور جرح و تعدیل سے بھی مختصر بحث فرماتے ہیں،
...ں شائع شدہ جلدوں کے اصلی نسخے قسطنطنیہ اور برلین کے کتبخانوں میں ملے، مشہور محقق و فاضل مستشرق
...ے مقابلہ اور تصحیح سے اپنا نسخہ مرتب کر کے دائرۃ المعارف کے سپرد کیا، دائرہ نے مزید تصحیح اور تحشیہ کے بعد انکو چھاپکر شائع کیا،
...پانچویں جلد ۲۵۷ھ سے ۲۸۴ھ تک کے واقعات اور حالات پر مشتمل ہے، افسوس ہے کہ
...تمام ملا ہے، چھٹی جلد ۲۸۵ھ سے شروع ہو کر ۳۴۹ھ پر تمام ہوئی ہے، کتاب کی
...سری اور چوتھی جلدیں ابھی تک نہیں ملی ہیں، خدا کرے کہ اس کتاب کے پورے حصے
...علم کے ہاتھوں میں تاریخ طبری کے بعد تاریخ اسلام کا یہ دوسرا ماخذ بھی آجائے،
...سلام کے قدر شناسوں کو دائرۃ المعارف کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی بدولت وہ ذخیرہ ہمارے
...ے آرہا ہے، جس کے ایک نظر دیکھنے کے لئے ہمارے بزرگوں کی آنکھیں ترستی تھیں،

"س"

مطبوعاتِ جدیدہ

تفسیر سورۂ والتین - مولانا حمید الدین فراہی، مترجمہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی تقطیع چھوٹی ضخامت ... صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہترین، قیمت ۶ر، پتہ :- مکتبہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڈھ،

ترجمان القرآن مولف کا یہ رسالہ ان کے تمام تفسیری تحقیقی و وجدانی لطائف و نکات کا حامل ہے، مولف کے نزدیک اس سورہ کا مقصود اعمال کی جزاء و سزا اور بعثت محمدی کا اثبات ہے، اس تاویل کو ماقبل و مابعد کی سورتوں کے مضامین، کلام اللہ کی مختلف آیتوں، تورات و انجیل کے بیانات اور دوسرے شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے، پہلے سورہ کے الفاظ کی لغوی تحقیق و تشریح، جملوں کی تاویل اور ان کی ترکیب کا حل ہے، اس کے بعد اصل مقصود پر بحث ہے، کہ خدا نے تین، زیتون، طور سینین اور بلد امین کی کیوں قسم کھائی، اور اس کو سورہ کے مقصود سے کیا معنوی تعلق ہے، اس سلسلہ میں پہلے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تین اور زیتون مقام کے نام ہیں، اور ان کے محل وقوع کی تعیین کی گئی ہے، پھر ان کی قسم کھانے کے اسباب اور قرآن، توریت و انجیل کے بیانات سے ان مقاموں کا سزا و جزاء اور بعثت محمدی سے تعلق دکھایا گیا ہے، کہ ان چاروں مقاموں پر سزا و جزاء اور ظہور رحمت کے نہایت عظیم الشان واقعات پیش آچکے ہیں، اور یہیں سے بعثت محمدی کی تمہید شروع ہوئی، شیطان کے ورغلانے سے حضرت آدمؑ کی غلطی، اس کی سزا، پھر اس سے رہائی، اور خلعت خلافت سے سرفرازی، طوفان نوح کا عذاب، اس سے کشتی نوح کی نجات کے واقعات جبل تین پر پیش آئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری زندگی کے حوادث، بنی اسرائیل کی سرکشی کی سزا میں شریعت الٰہی کی منصب داری سے ان کا عزل اور حضرت

ی مقبولیت کے صلہ میں ان کی اولاد میں اس منصب کا انتقال وغیرہ کے واقعات
ے، فرعون کے مظالم سے بنی اسرائیل کی رہائی، اور ان کو شریعت کی امانت ملی
ضرت ابراہیم کی آزمایش اور ان کی قربانی کے صلہ میں ان کی اولاد کی برومندی
ے سلسلہ کی بنیاد بلد امین میں پڑی، اور یہیں سے خاتم الانبیاء کا ظہور ہوا، اسطرح
پر سزا و جزا، اور انتقام و رحمت کے عظیم الشان واقعات کا ظہور ہوا، ان واقعات
ر سزا و جزا، و بعثت محمدی میں اور بہت سی معنوی مناسبتیں دکھائی گئی ہیں، پھر
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور اس کے بعد کی آیتوں کا تعلق بتایا
ن مدارج ہیں، اور انھیں مدارج کے لحاظ سے اس پر سزا و جزا، اور رحمت کے
، مثلاً پہلے درجہ میں خدا نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، یعنی حسن خلق کے
ت و نور میں امتیاز کے لئے عقل بھی عطا کی، کہ بغیر اس کے نہ حسن تقویم کی تکمیل ہو سکتی
عاملہ پیش آسکتا تھا، پھر دوسرے درجہ میں نافرمانی کی وجہ سے وہ ادنیٰ درجہ پر
جہ میں توبہ و استغفار کے بعد رحمت کے دروازے اس کے لئے کھلے رکھے گئے،
ر فمایکذبک بعد بالدین کا تعلق خود بخود واضح ہو جاتا ہے، ان مباحث
کے اشارے موجود ہیں، آخر میں کلام اللہ کی سورتوں سے اس کا مستقل اثبات
یں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ سزا و جزا کو ظہور رحمت کا وسیلہ ثابت
رحمت کا تخم پوشیدہ ہوتا ہے، جس کے بعد رحمت کا پودا اگتا ہے،

ر جلد اول - مرتبہ مولوی، حاجی الیاس احمد صاحب برنی، ناظم
ن متوسط ضخامت ۵۰۳ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت اوسط، قیمت عہ
احب فاروقی، دار السلام، حیدرآباد، دکن،

مولوی حاجی الیاس احمد صاحب برنی ۱۳۴۵ھ میں فریضہ حج اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، اس سلسلہ میں انھوں نے شام و عراق کے تمام مقدس مقامات کی حاضری کی سعادت بھی حاصل کی تھی اسی زمانہ میں انھوں نے صراط الحمید کے نام سے ان مقامات کا سفرنامہ لکھا تھا، اب پندرہ سال کے بعد مزید ترمیم او اضافوں کے ساتھ اس کا دوسرا مکمل تر اڈیشن شائع کیا ہے، اس اضافہ میں مناسک حج میں خصوصیت کے ساتھ زیادہ جامعیت پیدا ہوگئی ہے، کتاب کے آخر میں اپنے اور رفقاء سفر کے دلچسپ حالات بڑھائے ہیں، اس سفرنامے کی اتنی جہتیں ہیں اور اس میں اتنے گوناگوں معلومات ہیں کہ اس تبصرہ میں اس کی تفصیل کی گنجایش نہیں، مختصر یہ ہے کہ یہ سفرنامہ حجاز، شام و عراق کے مقدس مقامات کا گائڈ بھی ہے، یہاں کے آسودگانِ خاک ابنیاء و صلحا کا تذکرہ بھی، ان کے آثار و مشاہد کی تاریخ بھی، حج و زیارت کا علم بھی ہنا سک و مسائل حج کی کتاب بھی، غرض ایک زائر و سیاح کیلئے ان مقامات کی سفری سہولیت، جغرافی، تاریخی اور مذہبی جن جن قسم کے معلومات کی ضرورت ہے سب اس میں موجود ہیں، یوں تو آئے دن مقامات مقدسہ کے سفرنامے لکھے جاتے ہیں، لیکن اس سفرنامے میں جو جامعیت ہے وہ مشکل سے کسی دوسرے سفرنامے میں مل سکتی ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت بلکہ اس کی روح اسکی باطنی اور وجدانی کیفیت ہے، مولف ماشاء اللہ صاحب دل بھی ہیں، اور صاحب قلم بھی، اور قلم بھی مصور واردات و وجدانیات اور حاضری کیسے کیسے پاک آستانوں اور عظمت و جلال اور شفقت و رحمت کے درباروں کی، میکدۂ الفت و محبت کا طواف، عجز و نیاز کی نذر، فیوض و برکات کی بارش، اس لئے سطر سطر سے مستی جھلکی پڑتی ہے، اور بے اختیار باطنی کیفیتیں زبان قلم پر آگئی ہیں، اس سفرنامے کا اصلی لطف تو اس بادہ کے لذت آشنا ہی اٹھا سکتے ہیں لیکن اس کے اثر سے ظاہر بیں تماشائی بھی محروم نہیں رہ سکتے، عام زائرین کیلئے یہ سفرنامہ معلومات کا گائڈ ہے، اور صاحب دل اشخاص کے لئے عشق و محبت کی داستان، مستی میں لغزش ضروری ہے، جس کا خفیف اثر بعض مقامات پر نظر آتا ہے لیکن لطف بیان میں ادھر ذہن منتقل نہیں ہونے پاتا،

بیدار مرتبہ جناب محمد حسین صاحب محوی صدیقی، لکچرار مدراس یونیورسٹی تقطیع بڑی ضخامت
غذ، کتابت وطباعت معمولی مجلد قیمت مرقوم نہیں، غالباً مصنف سے ملے گا،

بیدار دہلوی المتوفی ۱۲۰۹ھ میر و مرزا کے دور کے باکمال شاعر اور ممتاز اساتذہ میں تھے،
وصفائی میں ان کا بھی حصہ ہے، فارسی میں بھی کہتے تھے، لیکن وفات کے بعد ایسے
وشاعری کی دنیا ہی سے کھو گئے، محض تذکروں میں ان کے مختصر حالات ملتے ہیں،
ان تھے، اردو میں ان کا پورا دیوان موجود ہے، فارسی میں بھی تھوڑا کلام ہے، انکے
یاب تھے، اردو زبان کے پرانے خادم مولوی محمد حسین صاحب صدیقی لکھنوی
جنھوں نے دیوان بیدار کے دو نسخوں کو تلاش کرکے تصحیح ومقابلہ کے بعد اسے اہتمام
دیوان کے شروع میں مرتب کے قلم سے ایک مبسوط مقدمہ ہے، اس میں بیدار کے
ے کلام پر مفصل تبصرہ ہے، اردو دیوان کی ضخامت ۱۳۳ صفحے ہے، اور فارسی کلام
، چند قصائد، رباعیات، تاریخیں اور بعض دوسری نظمیں ہیں، بیدار اپنے عہد کے
، اس لئے انکے کلام میں اس دور کے اساتذہ کے کلام کی تمام خصوصیات، زبان کی صحت
اوٹ، طرز ادا کی خوبی، باطنی واردات، جذبات کی سچی ترجمانی، تصوف، درد واثر وغیرہ
کلام گو مختصر ہے، لیکن اس سے بھی مشق وپختگی نمایاں ہے، فاضل مرتب نے دیوان کی
انی محنت اٹھائی ہے، قلمی نسخوں کے علاوہ مختلف تذکروں سے بھی دیوان کی ترتیب
شیہ میں الفاظ کے اختلافِ نسخ کے ساتھ دیوان اور تذکروں کے اشعار کی کمی بیشی اور
احت کردی ہے، محوی صاحب نے یہ دیوان شائع کرکے اردو زبان کے ایک قابل قدر
ام کردیا ہے،

ے کرام کے دو دشمن، مولفہ جناب غلام نبی صاحب بی اے تقطیع چھوٹی، ضخامت

۹۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت معمولی قیمت ۴ر پتہ: مکتبۂ اسلامیہ اندرون موچی دروازہ، لاہور،

اس رسالہ میں مولف نے دکھایا ہے کہ انبیاء کرام کے سب سے بڑے دشمن دو تھے، سرمایہ دار اور حکامِ وقت، اور انبیائے کرام انھیں دونوں کا زور توڑنے اور ضعیف وناتواں مخلوق کو ان کے پنجۂ ظلم سے چھڑانے کیلئے مبعوث ہوئے تھے، اس کے ثبوت میں انھوں نے اپنی بصیرت کے مطابق کلام اللہ اور پیغمبروں کے واقعاتِ زندگی سے شواہد پیش کئے ہیں، مولف کا یہ خیال تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ نتائج کے لحاظ سے ایک حد تک صحیح ہے، لیکن کلیہ کی صورت میں اور نقطۂ نظر کے اعتبار سے غلط، اس میں شبہ نہیں کہ ان دونوں جماعتوں کی اکثریت نے پیغمبروں کی مخالفت کی لیکن اس لئے نہیں کہ وہ پیغمبر یا داعیِ حق تھے، بلکہ اس لئے کہ ان کی دعوت سے ان کے اقتدار کو صدمہ پہنچتا تھا، پھر ان دونوں طبقوں میں ایسے حق پرست بھی تھے جنھوں نے پیغمبر کی دعوت پر لبیک کہا، مثلاً حضرت عثمان غنیؓ، اور حضرت زبیرؓ اور نجاشی شاہ حبش، قیصر روم گو تاج وتخت کی طمع میں قبولِ اسلام کی دولت سے محروم رہا لیکن دل سے اس نے بھی آنحضرت صلعم کی نبوت کی تصدیق کی، یہ بھی صحیح نہیں کہ پیغمبروں کی بعثت کا مقصد ان دونوں طبقوں کو مٹانا تھا، ان کا اصلی مقصد توحید اور دین حق کی دعوت تھا، اس سلسلہ میں اور فرائض بھی ان سے متعلق تھے، جن میں ایک عدل کا قیام اور ظلم کا استیصال بھی تھا، اس سلسلہ میں انھوں نے سرمایہ داری کی برائیوں اور ظالم حکمرانوں کے ظلم کو بھی دور کیا،

تذکرہ خاصان خدا مترجمہ مصطفائی بیگم صاحبہ تقطیع اوسط، ضخامت ۲۲۳ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہترین، قیمت مجلد عہ، پتہ: مصطفائی بیگم لیڈی کمشنر خزانۂ عامرہ سرکار عالی حیدر آباد دکن،

یہ تذکرہ شاہجہانی عہد کے ایک قلمی فارسی تذکرۃ الاولیا کا مخلص ترجمہ ہے، اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر شیخ والا شاہؒ المتوفی ۱۰۲۳ھ بن شیخ نظام نارنولی تک سلسلہ چشتیہ کے ۲۷ بزرگوں کے حالات ہیں، عام تذکرۃ الاولیا کی طرح اس میں بھی ان بزرگوں کے سبق آموز حالات، سلوک ومجاہدات اور

کے واقعات ہیں، کتاب کے شروع میں مولوی حامد خاں صاحب ہندی کے قلم سے تصوف
مقدمہ ہے جس میں اسلامی تصوف کو پیش کرکے اس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کو دو
نا سید حبیب جعفر بن حبیب احمد عید روسی کے قلم سے عربی میں ایک مختصر دیباچہ ہے،
ہے، جو لوگ اس قسم کی کتابوں سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے ذوق کا اس تذکرہ میں

ت کی کہانی

مولفہ جناب ازق الخیری صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۹۰ صفحے، کاغذ
ت بہتر، قیمت ۸ر پتہ:- عصمت بک ڈپو، دہلی،

ت کے قلم سے، رسالہ عصمت دہلی کے مختلف دوروں کی سرگذشت ہے، اس کے ضمن میں تمدن
وغیرہ ان تمام رسالوں کے حالات جن کا تعلق مولانا راشد الخیری مرحوم سے تھا، اور انکی
ت اور اس کے لئے ان کے ایثار اور قربانیوں کی پوری تفصیل آگئی ہے،

جناب محمد علی صاحب احدی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۱۹ صفحے کاغذ، کتابت وطباعت معمولی، قیمت
بک ڈپو، لکھنؤ،

طالبعلمی کی زندگی کے بعض واقعات کو افسانہ کی شکل میں دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے، اسکا خلاصہ یہ ہوکر
سرلا ہم سن طالبعلم ہیں، مہندر معمولی گھرانے کا لڑکا ہے لیکن ہونہار و شایستہ اور سری دولتمند دہقانی
شوخ لڑکا ہے، سرلا ایک متمول گھر کی تعلیم یافتہ اور خوش مذاق لڑکی ہے، اسمیں اور مہندر میں موانست
باپ انکی مرضی کے خلاف سری سے اسکی شادی کرنا چاہتا ہے، سرلا انکار کرتی ہے اور مہندر سے شادی کرلیتی
ت طالبعلمی کی زندگی کے شوخ و شریر واقعات کی آمیزش سے اس افسانہ کو کافی دلچسپ بنادیا
ت کی تصویر اور سری کی مضحک حرکتوں کا خاکہ بہت دلچسپ ہے، گو افسانہ سے کہیں کہیں نو مشقی
ہونہار مولف میں افسانہ نگاری کی کافی صلاحیت ہے،

"م"

"جلد ۴۶" ماہ جمادی الثانی و رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۰ء "عدد ۲"

مضامین